تزک عثمانیہ

غرۂ محرم ۱۳۳۴ ہجری

جلد نمبر ۲



اُنیسویں[۲۹] سالگرہ مبارک اعلحضرت قدر قدرت جہان پناہ ظلِ سبحانی نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علی خان بہادر جی سی ایس آئی۔ فرمانروائے ملک دکن کی

مبارک یادگارین

بسرپرستی عالیجناب راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی۔ آئی۔ ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی
تلمیذ حضرتِ آصف غفرانمکان

محبوب پریس علاقۂ پیشکاری سے شائع ہوا

فہرست مضامین ترکِ عثمانیہ جلد [illegible]

مشہد اعظم



حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک ایسا واقعہ عظیم ہے جیسا نہ کبھی کہین ہوا اور نہ خود تاریخ اسلام اس کا مقابل لاسکی۔ ملل ماضیہ اور انکی تاریخ اگر اسی طرح قبول کر لی جائے جس طرح اسوقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ تب بھی انکا کوئی شہید یا سلسلۂ شہدا مشکل سے ہمارے شہید کی عظمت و شرافت اعمال کا مقابلہ کرسکیگا دنیا مذاہب اور انکی تکلیفین حسینؑ کے انبوہ مصائب پر غلط انداز نظرین بھی تھرا جائنگی کسی صلیب پر سیدنا مسیح کی چند کیلین حسینؑ کے جسم اقدس مین چبھنے والے بیشمار تیر اور نیزون کی انیون کے سامنے بے حقیقت ہونگی۔

اس حیثیت کی تاریخ دشمنون ہی کی زبان اور قلم نے ہمارے حوالے کی حسینؑ کا دوست واقعہ نگار کوئی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اگر کوئی واقعہ نگاری کرسکتا تو علیؑ ابن الحسینؑ اور مخدرات عصمت۔ امام زین العابدین اپنی قید سے بہت پہلے بستر علالت پر مقید تھے اور پردہ نشین بی بیان حسینؑ کی زندگی تک بیرونی حالات سے بہت کچھ بیخبر تھین لیکن حسینؑ کی شہادت کے بعد نہ صرف علی ابن الحسین اپنے بستر بیماری سے کھینچے گئے کہ وہ اس کے بعد کے واقعات دیکھین بلکہ مخدرات عصمت و طہارت نے بھی یہ دیکھا

ہمین اپنے تقاضائے غیرت کے خلاف عام نگاہین دیکھتی ہونگی۔
حسینؑ کی شہادت نے تاریخ اسلام پر عام اس سے کہ وہ گذشتہ ہو یا آیندہ ایسی تیز روشنی ڈالی ہے جس سے واقعات کا اصلی رنگ معلوم ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ دشمنون نے خاندانِ رسالت کے مٹا دینے مین کس شرمناک کوشش سے کام لیا ہی۔
جو کچھ مجھے اپنے اس سب سے بڑے عظیم فرض کے متعلق کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مین اسی دعوی پر قناعت نہ کرون کہ شہادت امام حسینؑ ایک واقعہ عظیم ہے بلکہ یہ دکھانا چاہتا ہون کہ حقیقتاً یہ نہ صرف اسلام بلکہ عالم کی تاریخ کے مشہور واقعات مین ایک سرایہ حیرت اور عظیم سانحہ ہے۔
محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ پنجشنبہ کے دن امام حسین علیہ السلام وارد صحرائے کربلا ہوئے۔ اعثم کوفی کی تحقیق کے موافق دریائے فرات کے کنارے اسباب اُتارا گیا خیمے کھڑے کئے گئے۔ بنی ہاشم اپنے اپنے واسطے خیمے لگانے لگے حضرت کے خیمے کے گرد احباب و اعزہ کے خیمے کھڑے کئے گئے سب اپنے خیمے مین آرام سے لیٹ رہے اور امام حسینؑ اپنی تلوار کے صیقل کرنے مین مصروف ہوئے۔
ابن زیاد کو خبر ملی کہ حسینؑ بن علیؑ وارد کربلا ہوئے۔ ابن سعد کو حکومت رے کی طمع دیکر چار ہزار سوارون کا افسر کرکے کربلا کی طرف روانہ کیا حر ابن یزید ریاحی بھی ایک ہزار سوار لیکر ابن سعد سے آکر مل گیا شمر ذی الجوشن بھی چار ہزار کی جمعیت لیکر آیا اب ابن سعد کے پاس نو ہزار سپاہ ہوگئی۔ یزید بن رکاب کلبی دو ہزار کی جمعیت لیکر آیا

اس کے پیچھے ہی پیچھے حصین بن نمیر سکونی چار ہزار آدمی لیکر پہنچا۔ مصائیر بن مرینہ مازنی تین ہزار ایک اور سردار دو ہزار پھر اور مختلف قبائل کے سوار یکے بعد دیگرے آئے یہانتک ساتوین تاریخ تک پینتیس ۳۵ ہزار کی تعداد ہوگئی۔

نوین تاریخ کو حضرت نماز صبح سے فارغ ہوئے کہ ابن سعد کے لشکر مین حرکت ہوئی اور وہ آگے بڑھا چونکہ آج جنگ کی ابتدا تھی اور سپہ سالار لشکر خود فوج کے سامنے تھا۔ قیاس آسان ہے کہ نمایش اور اظہار شوکت کے لئے قریب قریب تمام فوجین ترتیب اور انتظام سے بڑھائی جا رہی ہونگی۔ سوارون اور پیادون کی لگی صفین بڑھ رہی ہونگی۔ تیس پینتیس ہزار سوار اور پیادون کی یہ فوجی آمادگی بجائے خود ایک مہیب منظر ہوگا اور جنگی باجون کے شور نے ایک عالم پیدا کیا ہوگا۔ یقیناً یہ موقع نہ تھا جبکہ شجاعت کو شام کے لشکر کی آمادگی پر ناز ہوتا۔ بہتر نمازیون پر تیس ہزار سوار و پیادونکی چڑھائی۔

ناسخ التواریخ اور روضۃ الشہدا کی تحقیق کے موافق گویا حضرت کا چھوٹا سا لشکر اس وقت سے خصوصیت کے ساتھ فوجی محاصرے مین آگیا۔ اس ٹڈی دل لشکر کیلئے بیکس بیکس جنمون اور بہتر آدمیون کا محصور کر لینا آسان سے بھی زیادہ آسان تھا۔

شب عاشور یا شہدائے کربلا کی حیات کی آخری رات زمانے کے اُس ٹکڑے مین ہے جسے چند آمادگان شہادت نے اسلئے مختص کیا تھا کہ اسمین خدا کی عبادت کرین محفوظ ہو جانے کے لئے نہین۔ تدبیرون کے لئے وقت حاصل کرنیکے لئے نہین لذات دنیا مین

آخری مرتبہ مصروف ہونے کے لئے نہین ۔عبادت کے لئے۔ تمام مورخین ہمزبان
ہین کہ لشکر کے ٹھہر جانے کے بعد امام حسینؑ نے تمام رات اللہ تعالی کی عبادت
مین گذاری۔ رکوع وسجود مین مصروف رہے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائین مانگتے رہے
اسی طرح آپ کے بھائی اور فرزند اور تمام اہلبیت اور دوست رات بھر مصروف عبادت
رہے۔ دم بھر کیلئے بھی کوئی نہ سویا تسبیح وتہلیل مین محو تھے۔
صبح ہوگئی۔ دنیا کی سب سے مشہور صبح۔ وہ صبح جسے روز الست سے آنیوالی اور
ابد الآباد تک گذر جانے والی صبحون پر فخر ہے کہ ہم وہ تھے جن نے عالم کا یہ سرتاپا حیرت
تماشا دیکھا کہ ہزاران ہزار مطلب دشمنون کے مقابلے مین چند نفوس کو بھوک اور پیاس نے
دل شکستہ نہین کیا۔ انھین شب کی عبادت نے سیر نہین کیا۔ آخری مرتبہ کمر بندی کے
قبل اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہین۔ مایوس نہین ہوئے۔ اپنے اعتقاد مین
متزلزل نہین ہوئے۔ وہ ایک تالاب تھے جنھین محیط زمین نے ہوا کو موجون سے مستغنی
کر دیا تھا ان کے سکون مین تغیر لانیوالی کوئی قوت پیدا ہو لی تھی۔ وہ ایک پہاڑ تھے
جسے تیز اور تند ہوائین متحرک نہین کرتین وہ تھے اور عبادت تھی۔ عبادت تھی اور وہ تھے
کاش ابن مریم انھین دیکھتے۔ کاش موسی عمران انکی زیارت کرتے کاش داؤد ان کا
مطالعہ کرتے۔ کاش ستی گوتم غور کرتے کہ انکی شانتی کا تصور اپنے درجے مین اس سے
کہانتک مقابل تھا۔ ان کے لئے کوئی خوف نہ تھا۔ ان کے لئے کوئی آرزو تھی آرزو نہ
صرف ان کے خاموش چہرون مین آنکھین تھین جو ادھر اُدھر پھرتی تھین جدھر امام

حرکت فرماتے تھے۔ دل میں ایک حرکت تھی کہ ہم کس طرح اپنے امام کے بہتر طریقے سے حفاظت کرسکیں۔ اس کی فکر نہ تھی کہ ہم رہیں گے۔ غم اس کا تھا کہ ہمارے بعد امام پر کون قربان ہوکر امام پر آنچ نہ آنے دے گا۔

سپہ سالار لشکر شام تعبیہ لشکر میں مصروف ہوا۔ اور یقیناً کوئی کثیر لشکر اپنے اسلحہ اور سامان اپنے سپاہیوں اور انتظام کے باوجود اپنی ترتیب کے وقت ایسا ذلیل نہیں ہوسکتا تھا جیسا شام کے حاکم کا یہ لشکر۔ شاید ہی کسی لشکر کو اپنی فتح کا ایسا یقین ہوا ہو جیسا لشکر شام کو تھا اور شاید کوئی لشکر اپنی فتح کے یقین کے بعد بھی ایسا ذلیل ہوا ہو جیسا یہ لشکر ہوا۔ آخر یہ کون سے مقابل کے لئے صفیں درست کر رہا تھا۔ مقابل کون تھا۔ کوئی لشکر کہاں تھا جو تیس ہزار سپاہیوں کی گھنی صفوں سے ٹکراتا کہے اگر کوئی کہہ سکے کہ حسینؑ کے چند رفقا کا شمار لشکر میں ہے۔ حسین کے تمام لشکر میں مشکل سے ایک آدمی لڑنے کے قابل تھا۔ ضعیف اور متزلزل بڈھا بچوں کو جن کو شدت عطش اور نقاہت سے بغیر ہو کر کھائے چلنا دشوار ہوتا۔ اب اپنے عالم نزع میں اُن سپاہیوں سے لڑتا تھا جیسے شجاعوں پہ عرب کے فخر کرسکتا تھا۔ قاسم حسینؑ اُنکی آخری وصیت تھے۔ نوجوان ملو باتے ہوئے جن کا شباب بھی ابھی پورا نہوا تھا اور جنکی شادی کی حنا کی سرخی نہ مٹی تھی ان سے ان کی ماؤں و بہنوں نے شہید ہو جانیکی خواہش کی تھی۔ قاسم کے ایسے بارہ ۱۲ برس کے بچے جنہیں گھوڑے پر سوار ہونیکے لئے دوسرے کی مدد کی ضرورت تھی۔ یہ خصال کا فروں کے مقابلے میں کھڑے تھے۔ مجھے اس قدر اور کہنا ہی کہ شام کے انبوہ کثیر کے مقابل میں حسینؑ کے سپاہیوں کی

تعداد اس وقت پوری ہوتی ہے جس وقت حسینؑ کے لشکر مین حضرت علیؑ اصغر کا جھولا بھی رکھدیا جاتا ہے۔

اور کیا یہ بھی مجھے کہنا ہوگا کہ دنیا مین کوئی چھوٹا سا لشکر اس شان سے نہین کھڑا ہوا جیسے حسینؑ کے یہ چند بچے جوان اور بوڑھے رفقا کھڑے تھے۔ ہان وہ زمین۔ وقت اور اتفاق پیدا نہین ہوا جس مین اپنے لشکر کے مقابلہ مین باوجود شدید بھوک اور پیاس کی شدت کے لئے اس طرح تیار اور منتظر ہوتے۔

شاید ہی کسی لشکر کو اپنی شکست اور سپاہی کو اپنے قتل کا ایسا یقین ہو جیسا حسینؑ کے لشکر اور سپاہیون کو تھا اور شاید ہی کوئی لشکر اس یقین کے بعد اس استقلال اس شان اور شہادت کے شوق مین موت کا ایسا منتظر ہوا ور انکی یہ بے خوفی۔ مصائب پر صبر استقلال اور جان سے لاپرواہی نہوتی اگرچہ ایسی عظیم نہوتی اور شاید باوجود وجہ کے بھی دنیا کا یہ حیرت خیز واقعہ۔ واقعہ کی صورت مین نہ آتا اگر ہرگز ایسا نہوتا جیسے حسینؑ تھے

ابن سعد کے لشکر کی تعداد کم سے کم تیس ہزار۔

امام حسین علیہ السّلام کے لشکر کی تعداد زیادہ سے زیادہ (۷۲) نفوس۔

جنگ آغاز ہوئی لشکر حسینؑ کے ایک ایک جانباز سپاہی نے اپنے سپاہیانہ جوہر ہی نہین بلکہ شہادت کے جوش اور موت کی جلدی کیلئے دشمنون پر دے مارا۔

اصحاب حسینؑ ہزارون کافرون کو خاک وخون مین آلودہ کرکے عالم راحت کیطرف رخصت ہو چکے۔ اندوہناک واقعات میں غم کی زیادتی ہوتی جارہی تھی کہ بے مثل رفقا

ایک ایک کرکے نام ہو گئے۔ انہون نے اپنی حیات تک اہلبیت تک کوئی آنچ

نہ آنے دی یہی تھے جنہون نے اپنے دلون کو زرہ اور آستینون پر پہن لیا تھا اور

اپنی جان دینے کے لئے گرتے تھے۔ ان کا فخر تھا کہ یہ حسینؑ کے اصحاب ہوتے اور

ان کے جانکاہ مصائب مین شرکت کرتے انہون نے حسینؑ کا نام بلند کرنے اور انکی وجہ کے

قوت دینے مین اس طرح مدد دی جسطرح ممکن تھی۔ یہ حسین کی طرح زندہ جاوید ہوئے

کون ہے جو حسینؑ کا نام لے اور اُن کا ذکر نہ کرے اور کون ہے حسینؑ کا زائر جو انکی

خاک قبر کو آنکھون سے لگانا اپنی عزت نہ سمجھے۔ کربلا کسی ایک یا چند قبرون کا نام نہین ہے

بلکہ انہین شہدا کی قبر ہے جسکی لوح مزار سید الشہدا کی قبر مطہر ہے۔

ایک ایک شاخ کٹ گئی لیکن جڑ کی حفاظت کرتی رہی۔ اب کوئی نہ تھا جو بنی ہاشم سے کہتا

کہ ہم اپنی زندگی تک تمہین میدان مین نہ جانے دینگے۔ کسے حق تھا کہ حسینؑ کے فرزند کے

پہلے جام شہادت نوش کرنے کے لئے آگے بڑھتا۔

بنی ہاشم اذن جہاد حاصل اور لشکر شام کو تہ و بالا کرکے آگے روانہ ہونیوالے

قافلے سے جا ملے۔ عباس کی نگاہ بھائیون کی طرف اُٹھتی ہے جس مین استغاثہ محبت

اور حکم سب کچھ ہے۔ زبان یہ کہتی ہے کہ بہادرون کی طرح ابن سعد کے لشکر کی طرف

بڑھو اور لشکریون کے چہرے اور سینون کو زخمون سے بھر دو۔

دیکھا کہ ایک ایک بھائی حیدری زور دکھا کر خون مین نہا یا۔ عباس اپنی شہادت

کے لئے راستہ بنا رہے تھے جانتے تھے کہ علمداری کا عہدہ حسینؑ کو اذن جہاد کی اُسوقت تک

اجازت دینے پر مجبور نہ کرے گا جب تک کوئی تلوار اٹھانے والا رہے گا۔
اجازت جہاد مل گئی۔ مرجھائے ہوئے بچوں کو دیکھکر مناسب سمجھا گیا کہ ایک مشک بھی
ساتھ رکھ لیں۔ یہ علیؑ ہی کے فرزند کی ہمت تھی کہ چوبیس پہر کی پیاس میں وہ اس ٹڈی دل
لشکر کو ہزیمت دیکر گھاٹ پر قبضہ کرنے کا مستقل ارادہ کرلے۔ ایک نہ رکنے والے جوش
کے ساتھ حملہ کردیا میمنہ میسرہ۔ اور جناح کو تہ و بالا کرتا ہوا فوج کے اُدھر دریا پر پہنچا۔
گھوڑا دریا میں ڈالدیا جھک کر مشک بھری۔ خود پانی نہ پیا۔ پیاسے ہی نکل آئے۔
فوج نے مجموعی قوت سے پھر حملہ کیا۔ مگر علیؑ کے بپھرے ہوئے شیر کے لئے کھلا ہوا
میدان تھا جس وقت یہ شیر شکار کھیل رہا تھا دشمن پس پشت سے وار کرنیکی فکر میں تھا
یکہ و تنہا پر ہزاروں کا نرغہ کس کس کے حملے کا جواب دیں۔ وار چل گیا اور عباسؑ کا
کافر کش ہاتھ زمین پر تڑپنے لگا۔ ہوسکتا ہے کہ عباس پر مایوسی کی ایک خفیف سی
لہر آگئی ہو خصوصاً اس لئے کہ وہ ہاتھ کٹ گیا جس سے اپنے بھائی کی حمایت کر رہے تھے
لیکن عباسؑ کا استقلال انھیں بایاں ہاتھ دکھا دیتا ہے اور اب دشمن کش بجلی اس ہاتھ میں
چمکتی ہے۔ پھر لڑنے لگے اور اب دشمن کے لئے بیشتر سے آسان تھا کہ دوسرے
ہاتھ پر بھی وار کرتا۔ ضرب چل گئی دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا۔ دونوں قوی بازوؤں سے
خون کی چادر بہہ رہی تھی لیکن عباسؑ کا چہرہ ویسا ہی غیر متحرک اور شاندار تبسم کا
مرکز ہے۔ نگاہیں دشمن کو اب بھی ویسی ہی حقارت سے دیکھ رہی ہیں۔ مشک ابھی تک
تو محفوظ ہے اب بھی عباسؑ موزے کی نوک سے دشمنوں کو دور کر رہے تھے۔

اور خیمہ کی طرف بڑھتے جا رہے تھے ۔

قیاس آسان ہے کہ شیر کو مجبور دیکھکر دشمن کی نامردانہ شجاعت مین کس قدر زیادتی ہوئی ہوگی ۔

اس طرح کچھ دیر عالم کا یہ عبرت خیز تماشا قائم رہا عباسؑ اپنا خون آلودہ جنازہ لے جا رہے تھے کہ مشک پر تیر لگا ۔ سر پر گرز پڑا اور عباسؑ کے مقدس خون کے ساتھ یہ پانی بہہ گیا جس کی قیمت کا اندازہ ممکن نہین ہے ۔ راہ خدا مین جہاد کر چکے تھے اب اپنی قوت بازو سے فتح کی ہوئی فرات کی ترائی کو ابدالآباد تک کے لئے اپنی آرامگاہ قرار دیا سو گئے عباس ۔

علیؑ اکبر نے اپنے پدر بزرگوار کی طرف دیکھا ۔ جوان بیٹے نے باپ سے مرنے کی رضا مانگی ۔ اجازت مل گئی حسین دیکھ رہے ہین کہ علی اکبرؑ بھرے ہوئے ہین ولولہ ہی شوق شہادت سے رکین گے نہین آنکھ نیچی کر لی ۔ جاؤ ۔

کیا قدرت نے علی اکبرؑ کو اس لئے شبیہہ پیمبر بنایا تھا کہ میدان جنگ مین ایک ہیجان پیدا کر دے ۔ ابن سعد نے تو حضرت رسالتمآب کو دیکھا تھا کتنے ہون گے جنہون نے دیکھا ہوگا پھر وہ سوچ رہے ہونگے کہ جناب رسالتمآب اپنے فرزند حسین کی سفارش کرنے آئے ہین اسکی بیگناہی کی وکالت کر رہے ہین اور اس کے لئے شمشیر بکف ہین ۔

آثار ہین کہ لشکر مین علی اکبرؑ سے جنگ کرنے کے متعلق بد دلی پیدا ہو گئی ۔ اب مجھے

اور کیا کہنا ہے بجز اسکے کہ علی اکبرؑ اس طرح دشمنون کی طرف دوڑ رہے تھے کہ گویا اس موت کے مشتاق تھے جو دشمنون کے حربون مین تھی۔ خبرین ہین کہ علیؑ کا پوتا مشہور اور یادگار جنگ سے واپس آیا۔ ہوسکتا ہے کہ بے چین شباب اور اسکی اُمنگون نے کہا ہوگا کہ اس کارنامے کے بعد باپ کی نگاہ حاصل کرو مگر سوال آب تھا اس لئے کہ جنگ کی قوت آجائے۔ بشارتِ شہادت اور پلٹ پڑے۔

دشمن کے انبوہ مین کمین سے سر پہ گرز لگا۔ نیزے کی انی سینہ توڑ گئی ہاتھ رکا تھا کہ بے شمار حربے چل گئے حسینؑ کو معلوم ہوا کہ علیؑ اکبر لڑ چکے بس حضرت کسی طرح لاش لائے چہرے اور دانتون سے خون پوچھ رہے ہین۔

اب مین حسینؑ کے آخری سپاہی کی شہادت بیان کرنے کے لئے اپنے کو تیار کر رہا ہون لیکن تیار نہین ہوتا۔ اپنے کو کھینچتا ہون لیکن منقلب ہو رہا ہون۔

ایک مجاہد جو حیرت خیز سواری پہ گیا اور عبرت خیز حربے سے لڑا گھوڑے پر سوار نہین ہوسکتا۔ پاؤن پاؤن نہین چل سکتا۔ سواری باپ کا ہاتھ یا آغوش ہے۔ اور حربہ وہ سوکھی زبان ہے جو ورق گل سے باہر نکلی آتی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا اسکے سمجھانے کے لئے بجائے اسکے کہ مین ایک معصوم بچے کی صورت دکھاؤن حسینؑ کے کپڑون کی سُرخی دکھاتا ہون اسکا خون حسینؑ کے سینے پہ جاری تھا۔

نوحہ کے قابل ہے کہ اب کوئی نہین اور قافلہ سالار اہلبیت سے اسلحۂ جنگ طلب کر رہا ہے حضرت زینب ہون یا حضرت شہربانو اسلحۂ جنگ دیتی ہین۔ بیقراری ہین ہے

شکایت نہین ہے تسلیم و رضا ہے۔ کیا یہ برداشت کے قابل تھا کہ حسینؑ کو رخصت کرنے کے لئے کوئی مرد نہین ہے کہ رکاب تھام کر سوار کرے۔ علی کی بیٹی یہ رسم ادا کرتی ہی تھیا عان عالم اس بی بی کے قدم کی خاک اپنی آنکھون مین لگائین اور فخر کرین شہدائے عالم دیکھین اور وجد کرین کہ کوئی بے مددگار بی بی جو اس کے بعد اپنے لئے دنیا کی مصیبتین مہیا دیکھ رہی ہے اس فرض کو کس طرح ادا کرتی ہے۔ حضرت میدان مین تشریف لائے حجت تمام کی اور ایک پُرجوش حملہ کیا۔ ابومخنف کے نزدیک حضرت نے پہلے حملہ مین پندرہ سوارون کو قتل کیا۔

اکثر مضمون نگار اور واقعہ نویس حضرات نے مسٹر جیمس کارکرن مولف تاریخ چین کے وہ فقرات جو انہون نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے متعلق لکھے ہین نوٹ کئے ہین لیکن چونکہ ایک غیر قوم مورخ کے حسن پسندی کا اعتراف نہ کرنا میرے نزدیک مستحسن نہین ہے مین بھی اس موقع کو ضائع نہین کرتا کہ اس قابل مورخ کے پرغور اور پُر اثر فقرات کو ناظرین کے دلچسپ غور کے حوالہ کرون اسکے الفاظ یہ ہین:۔

دنیا مین رستم کا نام بہادری مین مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گذرے ہین کہ انکے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہین۔ چنانچہ اول درجے مین حسین بن علی کا مرتبہ بہادری مین ہے کیونکہ میدانِ کربلا مین ریت پر تشنگی اور گرسنگی مین جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اسکے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہین کس کے قلم کو قدرت ہے کہ حسینؑ کا حال لکھے۔ کس کی زبان مین یہ لطافت و بلاغت ہے کہ اُن بہتر بزرگون کی

ثابت قدمی اور تہور وشجاعت اور بتیس ہزار سوار خونخوار شامیون کے جواب دینے
اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب مین مدح جیسی کہ چاہیے کر سکے
کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ اُن لوگون کے دلون کے حال کو
تصور کرے کہ اُن پر کیا کیا گذرا۔ اس وقت سے جب ابن سعد نے انھین
گھیر لیا۔ اس وقت تک جبکہ شمر ملعون نے سر کاٹ لیا کیونکہ ایک کی دو دو
مثل مشہور ہے اور مبالغہ کی حد بھی ہے جب کسی کے حال مین یہ کہا جاتا
ہے کہ دشمن نے چار طرف سے گھیر لیا لیکن حسینؑ اور بہتّر تن کو آٹھ قسم کے
دشمنون نے تنگ کیا تھا اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چار طرف تو یزید کی
فوج تھی جن کے تیرون اور نیزون کی بوچھار مثل آندھی کے آئی تھی اور پانچوان
دشمن عرب کی دہوپ کے مانند عرب ہی کی دہوپ ہے۔ چھٹا دشمن وہ ریگ کا
میدان تھا جو آفتاب کی تمازت مین شعلہ زن اور تنور خاکستر سے زیادہ پُرسوز
تھا بلکہ اسکو دریائے قہر کہنا چاہیے جس کے بلبلے بنی فاطمہؑ کے پانون
کے آبلے تھے اور دو دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغاباز ہمراہی
کے جس کے برابر عدو نہین ساتھ تھے۔ پس جنہون نے ایسے معرکہ مین ہزارہا
کافرون کا مقابلہ کیا ہو اُن پر بہادری کا خاتمہ ہو گیا۔

ابو اسحٰق اسفرائنی حضرت کے ایک حملہ کے متعلق لکھتے ہین کہ حضرت شیرانہ
جوش مین قلب لشکر کی طرف حملہ آرا ہوئے اور داہین بائین ہر طرف تیغ زنی

شروع کی۔ اس وقت آپ کی تیغزنی آپ کے والد شیر خدا حضرت علیؑ کی نبرد آزمائی کا سمان باندھ رہی تھی ایک سوار کو گردن سے پکڑ کر دوسرے سوار کے ساتھ اس طرح ٹکراتے تھے کہ دونون مرجاتے اور دو سوارونکو پکڑکر دو سوارونکو اس زور سے ٹکراتے کہ چارون کی جان ہوا ہوجاتی تھی۔ آپ کا گھوڑا ذوالجناح بھی برابر کام مین مشغول تھا۔ کسی سوار کو دانتون سے پکڑتا اور جھنجھوڑ کر ہلاک کرتا۔ کسیکو دولتی رسید کرتا اور پرخچے اُڑا دیتا۔ کسیکو دُم اس زور سے مارتا کہ وہ اُسکی جان کے لئے خدائی تازیانہ بنجاتی۔ دیر تک یہی حالت رہی حتیٰ کہ دشمن کی فوج کا یہ حال ہوگیا کہ کوئی زخمی پڑا ہے کوئی خاک وخون مین ٹھنڈا ہورہا ہے کوئی بھاگ جانیکی کوشش کررہا ہے "

مقتل ابی مخنف مین حضرت کے تین حملے ذکر کئے گئے ہین۔ ہر حملے مین کئی کئی ہزار کافرین کا قتل۔ میدان صاف ہے شمر ابن سعد کے پاس گیا اور کہا اب وہ وقت ہے کہ ہمارے لشکر کا ایک آدمی بھی باقی نہ رہے۔ ابن سعد نے کہا پھر کیا کرنا چاہیے کہا تمام لشکر مجموعی قوت سے تیرون۔ نیزون۔ تلوارون۔ آگ اور پتھر سے حملہ کرین۔ یہی ہوا۔ حضرت زخمون سے چور ہوگئے۔ تمام مورخین ہمزبان ہین کہ پیشانی اقدس سے ناف مبارک تک ایک ہزار نوسو اکیاون زخم تھے۔ با این ہمہ لشکر نے داہنے سے حملہ کیا حضرت نے اُنکو پسپا کردیا۔ بائین طرف سے حملہ کیا اُنکو بھی متفرق کیا۔ ابن اثیر کا قول ہے کہ "ایسا کوئی شخص نہین دیکھا گیا جسکے بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے

اور عزیز مارے گئے ہون تین دن کا بھوکا پیاسا ہو اور ایسی جُرات و بہادری دکھلائے۔ اب حضرت گھوڑے پر نہین سنبھل سکتے ۔

اگر غلط نکنم عرش برزمین افتاد

ابی مخنف اور روضۃ الشہدا کی تحقیق ہے کہ جب قاتل حضرت کے قریب پہنچا۔ حضرت نے غش سے آنکھین کھولدین۔ فرمایا کیا وقت ہے۔ جب معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت ہے تو حضرت نے فرمایا اس قدر صبر کرو کہ ہم نماز پڑھ لین ۔ لیکن ابھی سجدہ ختم نہوا تھا کہ لشکر شام سے تین تکبیرون کی آواز بلند ہوئی کسی نے ان تکبیرون کو سُنکر کہا ۔

ویکبّرون اذا قلت وانّما
قتلوابک التّکبیر والتّہلیل

(آپکو قتل کرکے تکبیر کہہ رہے ہین حقیقۃً آپکو قتل کرکے اُنھون نے تکبیر اور تہلیل کو قتل کرڈالا)۔ حضرت مولانا روم نے تاریخ کا مصرعہ فرمایا ہے

سرِ دین را بُرید بے دینے

حضرت معین الدین چشتیؒ فرماتے ہین

رُباعی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسینؑ

مُحرّم

نہ فقط دنیائے اسلام بلکہ از آغاز تا انجام۔ کوئی مثال دنیا مین واقعہ روح افزا ارض نینوا۔ ڈہونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔ یہ سانحہ اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے اپنی مثال خود ہی ہو سکتا ہے۔ یہی وہ واقعہ ہے جس سے بنی نوع انسان انسانی تکمیل کے واسطے ہر قسم کی نصیحت اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔

اخذ اخلاق ممدوحہ و ترک اطوار ندمومہ کے واسطے کوئی امر باقی نہین ہے جو اس واقعہ کی تکمیل مین پایا نہ جاتا ہو۔ یہی وہ واقعہ ہے جس مین انسان کو خلق و مروت صلۂ رحم مہربانی شفقت ہمدردی۔ دوست نوازی عزیز پروری حقوق برادرانہ۔ حقوق پدری۔ فرائض پسری صبر و تحمل تسلیم و رضا۔ سخاوت و شجاعت استقلال و ہمت۔ صداقت پرستی۔ فرائض عبدیت تعمیل احکام معبودیت وغیرہ وغیرہ۔ کون سی بات ہے جس کا سبق عملی مثال مین نہین ملتا۔

ہائے کونسا دل ہے جو اس درد کو محسوس نہ کرتا ہوگا نہین بلکہ ہر قلب مین

ایک خار ہے جو اس واقعہ کے وقوع کے بعد کھٹکتا ہے۔ مظلوم حسینؑ نے جس استقلال اور ثبات ارادے کے ساتھ دنیا مین صداقت اور حق کا قدم گاڑا وہ صرف اُسی کی ذات سے ہوسکتا تھا۔ جسکو خدا نے ایسا بہادر دل دیا تھا۔

اس واقعہ سے جو اغراض حسینؑ کی تھین اُس کے نشر کے واسطے ضروری تھا کہ اس واقعہ کی یادگارین قائم کی جاتین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دنیا کے عقلا نے اُس واقعہ کو تازہ رکھنے کے لئے مختلف طریقون سے اظہارِ غم کیا ان واقعات کو ہر سال بیان کرنا شروع کیا۔ کیون محض اس غرض سے کہ دنیا مین اُن اغراض کی اشاعت ہو جس کو مظلوم حسینؑ نے اپنے واقعہ کو اہم سے اہم درجے تک پہنچا کر اہل دنیا کے سامنے مکمل سبق کی شکل مین چھوڑا تھا۔

مگر کیا ہوا کیا اُن یادگارون سے جو عقلا نے محض اصلاح اخلاق عامہ کی بنا پر قائم کی تھین وہ اغراض حاصل ہوئین؟ ہان بیشک وہ حاصل ہوئین مگر افسوس کہ امتداد زمانہ نے اپنا منحوس پنجہ ظلم اُن رسومات پر بھی دراز کیا اور شیطان نے اُن مفید شکلون کو برعکس اشکال مین بدل دیا۔ اور عموماً ہر مقام پر لہو ولعب کا عمل دخل ہوگیا۔ اور آج وہ تمام رسومات بالکل کھیل تماشون کی مثال ہوگئین۔ اور صد ہزار افسوس کہ عامہ خلائق کو اُن رسومات سے

بالکل ہی فائدہ حاصل نہین ہوتا۔ اور محض ایک رسمی ہتوار کے برابر اُس کی قیمت رہگئی ہے۔ اور جہانتک میرا خیال ہے ہر جگہ اور ہر مقام پر معتد بہ اصلاح کی ضرورت پڑگئی ہے لیکن اب کیا ہوتا ہے ہاتھی کے دانت باہر آگئے اب تو خدا ہی اُن نقائص کو دفع کرے تو دفع ہونگے ورنہ ہمارے کئے وہرے تو کچھ ہوتا نہین۔ مگر حیدرآباد کے واسطے خدا ے رحیم نے ہمارے عادل رحیم اور بیدار مغز بادشاہ **نظام الملک بہا** در دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ کے پرانوار قلب و دماغ مین ایک ایسی روشنی کو منور کر دیا ہے جسکی وجہ سے حضور پُرنور کی توجہ اس مسئلہ پر حسب ضرورت متوجہ ہو گئی ہے جسکی وجہ سے اہل اسلام کی مشتاق نظرون نے اُن اصلاحون کا وجود آنکھون سے دیکھا جسکا خواب مین بھی واقع ہونا ناممکن تھا۔

خداوند عالم بہ تصدق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبہ طفیل خون ناحق مظلوم شہید کربلا۔ ہمارے بیدار مغز و عادل بادشاہ کی عمر مین برکت عظیم اور جاہ و حشمت مین فراوان ترقی عطا فرمائے ۔ آمین

حضور اقدس کی ملکی انتظامات مین جو مدبرانہ پالیسی ہے۔ اُسکو تو وہ ہی دل و دماغ کما حقہ قدر کی نگاہ سے دیکھ سکے گا جو خود بھی اسی پایہ اور کمال پر فائز ہوگا۔ لیکن ہم ادنیٰ ترین مخلوقات عالم بھی اُس مسرت اور خوشی کا اظہار پورے طور پر نہین کر سکتے۔ جو آئے دن انتظامات کی اصلاحون کو

اخبارات مین پڑھ پڑھ کر ہمارا قلب حاصل کرتا رہتا ہے۔

کونسا وہ محکمہ ہے جس نے نظر فیاض سے بہرہ یاب ہو کر خلعت نو نہین پہنا کونسا وہ غریب سے غریب انسان ہے جو آج اس قلمرو مین اپنے جائز حقوق کو ہر وقت اپنے لئے حاصل شدہ تصور نہین کرتا ۔

الٰہی تو ہمارے رحیم وشفیق بادشاہ عادل کو عین الکمال سے محفوظ رکھ اور ہمیشہ جمیع صدمات فلکی اورارضی سے مامون ومصئون رکھ ۔

مظلوم کربلا کی مقدس روح اور اُس کے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی روح پاک کس قدر خوش ہوتی ہوگی جب وہ دیکھتی ہوگی کہ ہمارے افعال کا صحیح معنون مین سمجھنے والا۔ اُس کی اشاعت مین بھی اپنی قوت خداداد کو بامحل صرف کر کر۔ اُس کی اشاعت کی تدابیر مین عمل پیرا ہے ۔

غرض یون ہونے کو تو اور بھی اپنی اپنی حیثیتون کے موافق ذی اثر ذاتین ہین جو اپنی اپنی وسعت اثر کے اندر ایسی اصلاحین اگر چاہتے تو کر سکتے لیکن کون کرتا ہے کس کو غرض ہے یہ تو خدا کی رحمت ہے جس کو چاہے بخش دے ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سنہ ہجری

دنیا کی شب و روز کی چرخی ہمیشہ ایک تاریخ کا وجود عالم مین لاتی رہی ہی اور ہمیشہ لاتی رہے گی۔ حضرت انسان اس تاریخ شماری کے لئے اور ایام دنیا کی مجموعی میزان معلوم کرنے کی کوشش مین مختلف واقعات دنیاوی مین سے متعدد واقعات عظمیٰ سے ایام شماری کرتے رہے ہین جس سے اُس واقعہ عظمیٰ کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے چنانچہ عیسوی سنہ اپنے ضمن مین حضرت عیسیٰ کے زمانے کی یاد کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اسیطرح سے سنہ بکرماجیت اپنے لئے ایک مخصوص بادشاہ کی عظمت کو اپنے ضمن مین چھپائے ہوئے ہے۔ جو تاریخ ہند کے اوراق مین سے خاندان سین کی معزز یادگار ہے۔ غرض عام اس سے کہ کوئی سن ہو وہ ایام شماری کے فائدہ کے علاوہ ایک نہ ایک واقعہ کی بھی یادگار ہے۔

چنانچہ اہل اسلام نے بانی اسلام کے حکم کے موافق اسلامی سنہ ہجری کی ابتداء اُس وقت سے شروع کی ہے جبکہ نیر رسالت اپنے وطن کو معہ اپنے شیدائی اصحاب کے چھوڑکر مدینہ مین چمکا ہے۔

جس وقت کہ نور اسلام روز بروز برق مثال تیزی کے ساتھ اقطاع

عالم پر ساری ہوتا گیا اس مبارک واقعہ کا وقوع اس طرح سے ہوا تھا۔ کہ جب مکہ کی گلی کوچوں میں الا ہو کے نعروں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی جس سے کفار قریش کی آتش حسد وبغض ہر لحظہ مشتعل ہو ہو کر اُن کے دل ودماغ کو پھونکی دیتی تھی۔

چنانچہ جب کہ اسلام کا مشنری دعوت ذوالعشیرہ کے مہتم بالشان فرض سے بھی ادا ہو چکا اور اُسکے بعد ہجرت حبشہ کا حکم بھی صادر ہو چکا۔ تو وہ وقت آ گیا جب اُستاد زمانہ حضرت شیخ نجدی کا چلتا ہوا افسون کفار قریش کے قلوب ودماغ پر اثر کر گیا تھا اور یہ تمام بد اندیش اہالیان مکہ اپنے سوچے ہوئے منصوبہ کی تکمیل کے لئے۔ جوق خانہ کعبہ میں جمع ہونے لگے۔ اور جہاں کہ وہ بیہودہ سرائیاں کر رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔

شبِ تاریک کی گھنگور اندھیری اور عرب کے ریگستان پر باد صرصر کے تیز جھونکے اپنا عجیب بھیانک سمان باندھ رہے تھے۔ جب کہ اُس شبِ تار میں بڑھتا ہوا سکوت اور بھی سونے پر سہاگے کا کام دے رہا تھا اور اُس بھیانک منظر سے اس خونخوار گروہ کے اُس عظیم ارادے کی تکمیل کا جوش اپنا عجیب غریب ڈراونا چہرہ مکہ کی نیچی نیچی دیواروں کو دکھا رہا تھا۔ کیا ہوا جبکہ یہ خونریز گروہ اپنے ستانوں اور سینوں کو اُبھارتا ہوا اُس شمع رسالت کے بجھانیکے ارادے سے چلا۔ جس کی خاموشی کائنات کو ہمیشہ کے لئے تاریک کر دینے والی

تھی تو ٹھیک اُسیوقت ہمارے بانیِ اسلام پر خدائے قادر نے اپنے مقرب بارگاہ فرشتہ کے ذریعہ سے اپنے برگزیدہ رسول کو اُن کو تاہبین جہال کے اراوے سے مُتنبہ فرما دیا۔ جس کے ساتھ ہی ساتھ یہ حکم محکم بھی شامل تھا کہ تم اِسی شب مین اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہدو۔

محمدؐ عربی نے اپنے عاشق بھائی علیؑ کو اس راز سربستہ اور حکم ناطق سے مطلع کیا جس پر اُس پروانہ شمع رسالت نے جس قلبی اقرار سے اس حکم کی تعمیل کو قبول کیا اُس کی پوری تصویر (ومن یشری نفسہ الی آخرہ) کے سارٹیفکٹ مین کھینچی گئی ہے۔

کیا ہوا عاشق و معشوق بھائی آپس مین بغلگیر ہوئے۔ آنکھون نے قلبی الفت پر دُر اشک نثار کئے اور خدا کا محبوب بندہ ضروری ہدایات کے بعد اُس راستہ پر چلا جہان کے جانے کے واسطے اُس کو بتایا گیا تھا۔

یہ کیا وقت تھا۔ جب کہ دشمن نے مکان کا پورے طریقے سے محاصرہ کر لیا تھا۔ مگر اُس کو ضرر پہنچانے پر کون قادر ہوسکتا ہے جس کو کل کا بچانیوالا بچائے یہی ہوا کہ اُن کے سامنے ہوتے ہوئے گذر گئے لیکن کوئی حضرت صلوات اللہ علیہ وآلہ کو نہ دیکھ سکا۔

وہ آنکھین جن مین خمار کفر و شرک چھایا تھا۔ اور جن پر ختم اللہ کی مُہر لگی ہوئی تھی کسی طرح نور باری کو دیکھ سکتی تھین۔

ہمارا ہادی سیدھی راہ پر اپنی منزل مقصود کی طرف جا رہا ہے کہ یکایک، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے دو چار ہوا۔ یہین سے اس شمع رسالتؐ نے اپنے ساتھ اس پروانۂ رسالت کو لیا اوّل تا آخر سفر مدینہ طیبہ یہ بزرگوار ردیف رسالت رہے ۔

اس سفر مین اپنی خدمات کے مقابل جس انعام و تعریف کے یہ بزرگ صحابی جن کو زمانہ بلکہ مالک زمانہ نے صدیق کا موزون خطاب دیا ہے مستحق تھے اسکو جناب باری عز اسمہ نے اپنے قرآن پاک مین (واذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن) ...

کیا وقت ہوگا جب کہ آفتاب رسالت مع اپنے ساتھی کے۔ تیز تیز راہ طے فرماتے ہوئے اعلان کلمہ توحید کی دھن مین تشریف لئے جا رہے ہونگے

چنانچہ ان مسافران راہ خدا نے اپنے سفر کو مدینہ طیبہ کے قریب مقام قبا پر پہنچکر ختم کر دیا۔ درآنحالیکہ زمانۂ سفر مین تین روز تک غار ثور جیسے تنگ وہان غار مین بھی مقیم رہے۔ مدینہ کے باشندے اس قافلے کے آنے کی خبر فرحت افزا اول ہی سے سن چکے تھے جس کی وجہ سے ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے اور روزانہ اس رحمۃ للعالمین ذات کا استقبال تصوری آبادی سے دور مقام تک آنکر کیا کرتے تھے اور باوجودیکہ انتظار قافلہ کی وجہ سے قوت متخیلہ ہر قسم کی گرد کو قافلہ کے پیش رو گرد کا ہونا یقین دلاتی تھی لیکن ناکامیابی کا

تلخ گھونٹ پی پی کر اپنے مساکن کو واپس ہوتے تھے۔

جبکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وارد مقام قبا ہوئے۔ اور اپنے پسماندگان کا انتظار اس مقام پر ٹھہر کر کرنے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ مین داخل ہو گئے۔ اور اس داخلہ کے ساتھ ہی ساتھ نقابت رسالت کا معزز فرض ادا کر دیا جب کہ اہل مدینہ کو آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خبر معلوم ہوئی تو شب کے وقت اُن مین سے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور وجہ غیر حاضری آپس کا خاندانی نزاع ظاہر کیا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے ساکنان قبا سے اجازت دلوادی کہ اہل مدینہ وہان پر آزادی سے آسکین۔ چنانچہ اُس کے بعد بارہ روز تک حضرتؐ نے وہان قیام فرمایا اور اسی زمانے مین قبا سے روانہ ہونے کے دن ایک مسجد کی بنا قائم کی اور اُسی مین اُس روز نماز جمعہ ہوئی اور اس کے بعد علیؑ و فاطمہؑ و دیگر مخدرات خاندانی بھی جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ وارد قبا ہوئین تھین داخل مدینہ طیبہ ہوئے۔

یہ پہلا جمعہ تھا کہ اسلام مین پڑھا گیا اور تاریخ داخلہ مدینۂ طیبہ ۷ ار ربیع الاول تھی لیکن سنہ ہجری کا شمار یکم ماہ محرم سے کیا گیا۔ کہ مکۂ معظمہ سے روانگی آنحضرت صلعم کی ماہ محرم مین ہوئی تھی۔ اسی سنہ ایک ہجری مین صیغہ اخوت بعد گذرنے آٹھ ماہ کے پڑھا گیا اور اسی سنہ مین ایک ماہ سے کچھ زیادہ دن داخلہ مدینہ سے

گذرنے کے بعد۔ نمازون کی رکعات موجودہ کی تکمیل ہوئی اور اسی سال مین مسجد نبوی اور مکانات صحابہ تیار ہو گئے تھے۔ یہ وہ مسجد تھی جہان کہ سوائے قد آدم چہار دیواری کے اور کچھ بھی نہ تھا یہانتک کہ سقف تک بھی نہ تھی اور تا آخر عمر رسالت اسی طرح سے باقی رہی۔ اگرچہ یہ مسجد ظاہری میناکاریون سے بالکل معرّا تھی لیکن ایوان شاہی سے بدرجہا اعلیٰ وادلیٰ تر تھی جہان کے نکلے ہوئے احکام ایوانہائے خاقان وکسرے کو ہلاتے تھے اور اُسی مختصر مسجد کے نکلے ہوئے احکام ہین جو آجتک اقطاع عالم مین گونج رہے ہین ۔

حاجی حسن

قطعہ

بہم ہوتی نہین دولت بوقت عُسر خسّت سے	نہ وقتِ یُسر گھٹتی ہی کبھی دولت سخاوت سے
یقین اسکا کرین دانا عمل اسپر کرین عاقل	خبر پہنچی ہے یہ ہمکو درِ علمِ نبوت سے

حاجی حسن

سلام

نتیجۂ فکر سرکار سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت تلمیذ حضرت آصف غفران مکان

اہتمامِ قتل شاہ بحر و بر ہونیکو ہے
رنج سے پانی مرا خونِ جگر ہونیکو ہے

آج کی شب ہی شب قتلِ امامِ دوسرا
صبحِ محشر غم مین شہ کے کل سحر ہونیکو ہے

خوف سے عباسؑ کے بھاگی ہی فوجِ شام مین
رزمگہ مین حملہ آور شیرِ نر ہونیکو ہے

صبحِ عاشورہ کہا شبیرؑ نے اصحاب سے
اب کہ با ... ہو کہ دنیا سے سفر ہونیکو ہے

حرؑ نے بھائی سے کہا ہم شاہ پر ہونگے فدا
اس لڑائی مین مُہم ایمان کی سر ہونیکو ہے

ذوالفقارِ حیدری لی میان سے شبیرؑ نے
جنگ کا یہ دن بتر یہ روز بر ہونیکو ہے

لو جتائی تمیم روسیہ ہوگا تمام
اب مقابل شاہ کے وہ فتنہ گر ہونیکو ہے

ق

نیمچہ کف مین جسپ و دم کمربندی ہوئی
حرؑ سے پوچھا شمر نے شرکت کدھر ہونیکو ہے

حرؑ نے فرمایا کہ مین حق کی طرف ہون اولعین
اب فدا پای شہِ دین پر یہ سر ہونیکو ہے

فوج کی کثرت کو عارف دیکھکر تھے نعرہ زن
مہرِ وحدت آج رن مین جلوہ گر ہونیکو ہے

شہ کا سر نیزے پہ ہی اور سر برہنہ ہین حرم
چرخ کو گردش سے اب ویرانِ سر ہونیکو ہے

بہرِ رخصت آئے مین شہ کہہ رہی ہین بیبیان
فاطمہ زہرا کا اب برباد گھر ہونیکو ہے

رنج سے ہو یا خوشی سے کہتے تھے اہلِ حرم
زندگی اپنی بہر صورت بسر ہونیکو ہے

جسنے گھر سے آجتک کھانا نہ تھا باہر قدم　　آج وہ حضرت کا کنبہ دربدر ہونیکو ہے

آرزوئیں پوری ہونیوالی ہیں دل کی سبھی

شاد اب اپنی دعاؤں میں اثر ہونیکو ہے

نتیجۂ فکر ممتاز الشعرا جناب پیارے صاحب رشید لکھنوی

رُباعی

جانے سے جوانی کے یہ نقشا ہوتا　　بیجان میں اور دل مرا مُردا ہوتا

پیری نے حواس کھو دئے خوب ہوا　　بیہوش نہوتا تو کہو کیسا ہوتا

رباعی

بھولے گی کبھی نہ مہربانی مجھکو　　کچھ دے نہ گئی اپنی نشانی مجھکو

پیری دیتی ہے جب زیادہ ایذا　　کیسی یاد آتی ہے جوانی مجھکو

رُباعی

گلزار شباب سے نکالا مجھکو　　سو بار گرا پر نہ سنبھالا مجھکو

اپنا جو ہو وہ غیر کا کیا کام کرے　　میری پیری نے مار ڈالا مجھکو

سلام

ستم ایجاد تیر و نیزہ و خنجر لگاتے ہیں　　غضب ہے فاطمہ کے لال کو پتھر لگاتے ہیں

عدالت دیکھ حیدر کی نظر کر زور بازو پر
برابر تیر سے حصہ ای درِ خیبر لگاتے ہین

جو ضربت سے علی کی کٹ گئے ہین جنگ خیبر مین
ملک آنکھون سے وہ جبریل کے شہپر لگاتے ہین

نجف سے باغ جنت مین نہ جائینگے نہ جائینگے
نہین اُٹھتے درِ حیدر پہ جو بستر لگاتے ہین

غرور اب کیا رہیگا جھک گئی اس درجہ پیری سے
ہم اپنے سر کو اپنے پانو سے ٹھوکر لگاتے ہین

جہا مین ساقیِ کوثر کا دیکھا لطف کوثر پر
ہنیئاً کہتے ہین جب منہ سے ہم ساغر لگاتے ہین

رقم اشعار یون آراستہ ہون مدحِ حیدر مین
سلیقہ سے دکانین جیسے سوداگر لگاتے ہین

فلک پر سب فرشتے اُٹھ کھڑے ہوتے ہین گھبرا کر
دغا مین زور سے تلوار جب حیدر لگاتے ہین

کہان ہین آ کے دیکھین باغبانِ گلشنِ مدحت
کہ ہم نخلِ مضامین جا بجا کیونکر لگاتے ہین

ازل سے ہی جنھین عشقِ علی ابنِ ابی طالب
وہ کیا جانین بہلا دل اور سے کیونکر لگاتے ہین

تہِ خنجر نہ کیونکر شاہ ہو جانِ دلِ زہرا
گلے سے دمبدم جھک جھک کے پیغمبر لگاتے ہین

قیامت آئی وقتِ امتحانِ صبر آ پہنچا
کہ اب سینے سے حضرت لاشۂ اکبر لگاتے ہین

رشید اہلِ حسد سے مومنین شا کی دیتے ہین ایذا
مری تقصیر کیا ہے کیون مجھے خنجر لگاتے ہین

غمِ شُہدا

رباعیات

افسوس محرم مین یہ بدعت کیسی
اے اہلِ عزا یہ دادِ عشرت کیسی

رکھا نام اسکا ہے محرم کی عید | لاحول و لا۔ ہائے یہ غفلت کیسی

دیگر

جو روتے ہین غم مین شہ کے رو لینے دو | منہ اشک گہر بار سے دہو لینے دو
ہے ماہ محرم نہ کرین غم توبہ | اس غم مین تو جان اپنی کہو لینے دو

دیگر

کیا پوچھتے ہو کس لئے مین روتا ہون | کیون جان عزیز اپنی یون کہوتا ہون
ہے ماتم شبیر یونہین مرنے دو | حضرت کے نواسون پہ فدا ہوتا ہون

دیگر

شبیر کا ارمان مین دیوانہ ہون | ہشیار ون کا ہی کام وہ مستانہ ہون
کیون جان نہ سوز غم سے دون جل بجھکر | اُس شمع ولایت کا مین پروانہ ہون

ارمان تخلص امیدامام الشاہ صاحب قبلہ بدایونی

ماتم حسین

مومنو عشرۂ محرم ہے | جان دیکر خرید وہ غم ہے
کیون ہنسی مین گذارتے ہو یہ دن | ماہ شوال یا محرم ہے
ایسے رونے کا ہے مآل اچھا | رو وگے جس قدر بہت کم ہے

سیلے ٹھیلون مین کاٹتے ہو دن
نئی پوشاک پہنو سیر کر و
مال والون کی پتلیان دیکھو
سبز ہو ریشمی قمیص ڈٹا
کپڑے اچھے حسین پہلو مین
دن مبارک ہین نیکیان کرلو
دے خدا قوم کو ہدایت نیک

واہ کیا ور واہ کیا غم ہے
کیونکہ یہ عیش کا ہی عالم ہے
لعل صاحب کا اور عالم ہے
زہر کھانے کا خوب یہ غم ہے
پھر تو میلہ ہے اور ٹھٹم ہے
کچھ نہ کرنا بھی سخت ماتم ہے
ایسی رسمون سے ناک مین دم ہے

اے نوازش غم شہید ان مین
جس قدر رو وگے بہت کم ہے

تضمین سلام میر خورشید علی صاحب نفیس مرحوم

سلامی اہل دنیا الفت باطل سے ملتے ہین
حسین در دمندونکو ظاہر مین کسی مائل سے ملتے ہین
غرض کے وقت لب تشنہ لب ساحل سے ملتے ہین
بہت کیا ہے اجباب ہین جو دل سے ملتے ہین
محبت وار کچھ آسان نہین مشکل سے ملتے ہین

چلے سب بھائی بیٹے حر کے جب بیگانہ والا
تو کچھ تیور چڑھا کر شمر نے اسکا سبب پوچھا
ہر اک غازی اٹھا کر تیغ یون بیساختہ بولا
بشر کا دل جہانمین آینہ ہے دوسرے دل کا
اسی دل سے ملینگے ہم بھی جو جس دل سے ملتے ہین

یہی اچھا ہے گر اچھوں کی صحبت میں رہیں اچھے   نہیں دیکھا زمانہ میں کبھی ضدین کو ملتے

یہ ممکن ہی کہ گر کر سنگ پر ثابت رہیں شیشے   دلِ نازک بچانا چاہئے ہی سخت گیروں سے

دل اُن کا ٹوٹ جاتا ہی جو سنگین دلسے ملتے ہیں

وہ کیا انسان ہیں انسان سی کرتے ہیں جو نفرت   عجب نادان ہیں آپس میں اگر رکھتے نہیں ملت

نہ چھوٹے ہاتھ سے دنیا میں رہکر رشتۂ خُلّت   مثالِ دُر اہنائے سبھی باہم چاہئے الفت

دلوں میں راہ پیدا کر کہ دانا دلسے ملتے ہیں

بنا دیتی ہی ناقص کو بھی کامل صحبتِ کامل   خضر کا ہمسفر سیدھا پہنچتا ہے سرِ منزل

بُروں کا ہمنشیں اچھا بنے یہ دعوی باطل   معرا علم سے جو ہیں نہ اُن میں بیٹھ اے غافل

کہ گمراہی کے رستے صحبتِ جاہل سی ملتے ہیں

محمد غازی کی قسمت میں جو تھی فردوس کی منزل   ہوا خود ابنِ شاہ کوثر و تسنیم پر مائل

ہر اک ہمدرد سے گویا ہوا یوں عاشقِ کامل   معرا علم سے جو ہیں نہ اُن میں بیٹھ ای غافل

کہ گمراہی کے رستے صحبتِ جاہل سے ملتے ہیں

زمیں پر گرم ہوتا ہی بہت جب خسروِ انجم   تو برساتا ہی پانی ابر چھا کر صورتِ طارم

تپش سے دل کی بنجاتی ہیں آنکھیں اشک کے قلزم   ترا پنا دیکھکر میرا نہ - و میں کس طرح مردم

دلوں کو رنج و غم نظارۂ بسمل سے ملتے ہیں

[illegible]ں اک صدف ہی گوہرِ مضمون تازہ کی   کریں حُسّاد گو غوطہ زنی میں لاکھ عیّاری

[illegible] ہونگے مجھسے بڑھ کر تہ نشین قلزمِ معنی   نہیں آسان کچھ بحرِ کلامِ نو کی غواصی

دُرِ یکتا سمندر مین بڑی مشکل سے ملتے ہین

اُنہین نازک بیانکی قدر ہی نازک بیان جو ہین
زبان کا لطف پاتے ہین وہی طب اللسان جو ہین
وہ ہمرازِ سخندان ہین سخن کے رازدان جو ہین
سمجھتے ہین وہی اسبات کو اہلِ زبان جو ہین

کہ سہل و ممتنع مضمون بہت مشکل سے ملتے ہین

عجب بزم عزائے شاہ کی، واللہ تزئین ہی
کمر باندھے ہوئے حاضر یہان اُردوئے معین ہے
گل خاتونِ جنت کا بیان عزّ و تمکین سے ہے
خوشا رتبہ یہ مجلس ہی کہ اک گلدستۂ دین ہے

یہ گلزار جنت کے اسی محفل سے ملتے ہین

ثمر دولت کا او غافل لُٹا دی راہ مولا مین
یہی گل کام آئیگا ترے گلزار عقبیٰ مین
نہ مثلِ سرو کہنچ بہر کر ہواے کبر بیجا مین
تواضع کر نہالِ پر ثمر کی طرح دنیا مین

جو منعم ہین فروتن جہک کے وہ سائل سے ملتے ہین

تمہین اے منعمو گر خواہشِ گنجِ فراوان ہی
ہوس کچہ دولت دنیا و دین کی دلنشین ہے
تو وہ تدبیر ہم تمکو بتاتے ہین جو آسان ہے
فقیرون پر کرو بخشش جزا احسان کی احسان ہے

خزانے یان دعائے خیر کے سائل سے ملتے ہین

خدا کیواسطے راہِ خدا پر چل زمانے مین
مسلمان بنکے حکمِ مصطفےٰ پر چل زمانے مین
انہین کے جادہ جیوے لا پر چل زمانے مین
طریق خاندان مرتضےٰ پر چل زمانے مین

کہ راہِ راست سکے جادہ اسی منزل سے ملتے ہین

جو اپنی جان شیرین الفتِ مولیٰ مین کہو تی ہین
مزے سے کنجِ مرقد مین وہ میٹھی نیند سوتے ہین

خوشی کی بات پہ بیفائدہ احباب روتے ہین   غلامانِ علی جا کر لحد مین شاد ہوتے ہین

ارم کے انکو مژدے اولِ منزل سے ملتے ہین

وطن سے شام کا جب قصد فرمانے لگے حضرت   ہوئی چھوٹے بڑونمین شہر کے اس بات کی شہرت

قیامت سی قیامت تھی بپا آفت سی تھی آفت   رفیق شاہ یون حضرت سے ملتے تھے دمِ رخصت

ستارے چرخ پہ جیسے مہ کامل سے ملتے ہین

رجز پڑھتا ہوا بازوے شہ میدان مین آیا   لعینو مین نہ تاب رزم اس سے ایک بھی لایا

امیرِ فوجِ شیطان دیکھکر یہ حال گھبرایا   کہا عباسؑ نے جب شمر ذی الجوشن نے بہکایا

جو حق پہ ہین کہین وہ فرقۂ باطل سے ملتے ہین

خوشی سی ہے خوشی اللہ ری اللہ جان کھونیکی   کھلے جاتے ہین شہ بیساختہ باتون پہ رونیکی

یہ فرماتے ہین ظالم سے بدی کرتو تو ہونیکی   رہِ حق مین جو ہے اک عیدا اپنے ذبح ہونیکی

گلے ہنس ہنس کے حضرت خنجرِ قاتل سے ملتے ہین

خموشی ہی کو ثاقب آپ اب مُہرِ دہن کیجے   نہ یون طول سخن کی فکر مین رنج و محن کیجے

قلم رکھکر زبان سے اور ذکرِ ما و من کیجے   مناسب خامہ فرسائی نہین قطع سخن کیجے

نفیس اب اسمین اچھے قافیے مشکل سے ملتے ہین

ثاقب قادری بدایونی

چند ضروری قواعد

(۱) رسالہ تزک عثمانیہ بسرپرستی عالیجناب معلی القاب ہز اکسلنسی اجہ راجایان راجہ کشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمہ ہر ماہ ہلالی کے ہفتہ اولی میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) عام رسالوں کی طرح اسکی سالانہ قیمت مختلف تعداد میں نہیں رکھی گئی ہے کہ عام امراء اور رؤسا یان ملک سے علی قدر مراتب لیجائے بلکہ مذاق علمی میں آسانی و اضافہ کرنیکے لئے ایک قیمت رکھی گئی ہے یعنی ۵ سالانہ علمی انجمنوں اور لائبریریوں کو منجانب سرکار مہاراجہ بہادر و مضامین نگاروں کو منجانب مہتمم مفت دیا جائیگا۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے آدھ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہئے ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف۔

(۴) اگر کوئی صاحب از راہ عنایت اپنا کلام بھیجنا چاہیں تو اپنے نام و مقام کے پتے کے ساتھ ماہ ہلالی کی ۵ تاریخ تک خوشخط لکھکر بھیجیں۔

اخلاقی تاریخی تمدنی مضامین ہوں۔ مذہبی مباحث یا پولیٹکل مضامین بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں جس مضمون کا طبع کرنا مناسب نہ سمجھا جائیگا وہ نہ طبع ہوگا نہ واپس۔

(۵) جملہ خط و کتابت وغیرہ بذریعہ مہتمم یا اڈیٹر رسالہ تزک عثمانیہ ہونی چاہئے۔

مہتمم رسالہ تزک عثمانیہ

تزک عثمانیہ

[illegible] نمبر ۵

انیسویں سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت قدر قدرت جہان پناہ ظل سبحانی
نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علی خان بہادر جی سی ایس آئی خلد اللہ ملکہ

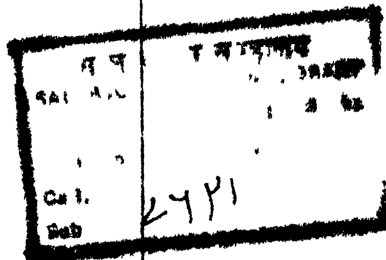
مبارک یادگار میں

بسرپرستی عالیجناب راجہ راجایان راجہ کشن پرشاد مہاراجہ بہادر
یمین السلطنت جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی

تلمیذ حضرت آصف غفران مکان

[illegible]

فہرست مضامین تزک عثمانیہ جلد (۱) نمبر (۵)





عرب کا گھوڑا

عرب کا گھوڑا عربستان کے تمام جانورون مین ایک خاص امتیاز رکھتا ہے کسی ملک کا گھوڑا عرب کے گھوڑے کی برابری نہین کرسکتا۔

عربی گھوڑا قوی اور نازک مزاج چست و چالاک اور اپنی آزادی کے گھمنڈ مین چور ہوتا ہے۔ جس وقت وہ چراگاہ مین کھلے بند پھرتا ہے تو شکل و صورت مین اس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نظر نہین آتی اور نہ اوصاف مین زیادہ کامل سادہ اور چھوٹا سا سر۔ تیز پتلیان۔ پھولے ہوئے نتھنے۔ گردن اونچی۔ کمر پتلی۔ پٹھا کسیقدر لمبا۔ دم پیچھے کو اُبھری ہوئی۔ پیر پتلے اور پھر نازک مزاج۔ غریب۔ تربیت پذیر۔ جاندار۔ کم خوراک۔ تیز رفتار۔

یہ اوصاف ہین جنکی وجہ سے عربی گھوڑا نہ فقط صورت شکل مین تمام دنیا کے گھوڑون سے گوئے سبقت لیجاتا ہے۔ بلکہ سیرت مین بھی یورپ کی بہترین نسلون پر فوقیت رکھتا ہے۔ عربستان کے بدوی گھوڑون کی پانچ نسلون کو بہت مانتے ہین جو حضرت رسالتمآب صلعم کی پانچ گھوڑیون کی اولاد ہین۔ جب کوی عمدہ

نسل کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو خیمے مین چند اشخاص گواہی کیلئے جمع کئے جاتے ہین اور انکے
سامنے پیدایش کی تاریخ اور مان کا نام اور اُس کا خاندان ایک کاغذ پر لکھا جاتا ہے
اس شجرہ پر گواہون کی مُہرین ہونے کے بعد وہ ایک تانبے کی ڈبیا مین بند کر کے
بچے کی گردن مین لٹکا دیا جاتا ہے۔ اُس تاریخ سے وہ بچھیرا بھی منجملہ اُن بیش بہا صبا رفتارون
کے گِنا جاتا ہے جنکی وجہ سے بارہا دو قبائل عرب مین باہم جنگ ہو اکی ہے۔

ریگستان عرب مین اکثر اوقات سپاہی کی جان گھوڑے کی تیزی کی وجہ سے
بچا کرتی ہے۔ ایک محقق سیاح لکھتا ہے کہ ۱۸۱۵ء مین دروزون کے ایک گروہ
نے جنکے گھوڑے نہایت تیز تھے حوران کے (جو مضافات دمشق کے عرب مین
ایک خطہ ہے) ایک قبیلۂ عرب پر حملہ کیا اور اُن کو شکست دیتے ہوئے اُن کے
پڑاؤ تک لا پہنچایا وہان یہ بیچارے بدوی چارون طرف سے محصور ہوگئے اور
باستثنار ایک شخص کے ہر متنفس مارا گیا۔ یہ شخص اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر غنیم کی صف
مین سے ہوتا ہوا میدان کی طرف بھاگا اور چند سوارون نے جنکے گھوڑے نہایت ہی
تیز رفتار تھے۔ اسکا تعاقب کیا۔ کوہ و بیابان نشیب و فراز۔ آندہی کی طرح طے ہوتے
چلے گئے۔ لیکن غنیمون نے تعاقب نہ چھوڑا۔ غنیم سمجھے ہوئے تھے کہ دروز کی قوم نہایت
شدید الانتقام ہے اور انہون نے قسم کھائی تھی کہ ایک کو زندہ نہ چھوڑینگے۔ اس
فرار و تعاقب مین ایک شبانہ روز گذر گیا۔ بالآخر دروزون کو گھوڑی کی تیز رفتاری
پر اس قدر حیرت ہوئی کہ وہ اپنے غصے کو بھول گئے اور عرب کی جان بخشی کی اور اسکو

قسم دی کہ ٹھہر جائے تاکہ وہ گھوڑے کی پیشانی کو چومین۔ عرب راضی ہوا۔ دروزون نے اُسکو چھوڑ دیا اور وہ مشہور الفاظ جو اُن مین ضرب المثل ہین اُس سے کہے "پہلے اپنے گھوڑے کے پیر دہوے پھر خود پانی پی"

وہ اسکے گھوڑے اور اسکی شہسواری سے جنہون نے اُنکو اتنا پریشان کیا اسقدر خوش ہوئے کہ ان الفاظ مین اپنا اظہارِ مسرت کیا۔

اسی طرح عرب کے دو قبیلون مین باہمی ازدواج پر کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ اور یہ شکر رنجی بڑہتے بڑہتے عداوت کی حد سے گذر گئی۔ دونون طرف ہتھیار اُٹھ گئے۔ لڑکی کے باپ کے پاس جو شیخ القبیلہ تہا ایک صبا رفتار گھوڑی تھی اور چھ سات مہینے کا اس کا بچہ۔ لڑکے کے باپ کے پاس جو وہ بھی شیخ القبیلہ تھا۔ اُسی نسل کا ایک گھوڑا تہا جس نسل کی یہ گھوڑی تھی۔ اتفاقاً گھوڑی مع بچے کے چراگاہ سے غائب ہو گئی۔ اور دو تین روز تک اسکا پتہ نہ لگا۔ گھوڑی کے مالک کو نہایت رنج تھا۔ اس نے اپنے عزیزون کو جمع کیا اور کہا "تم مجھے اس بارہ مین کیا مشورہ دیتے ہو؟ مین چاہتا ہون کہ مین فلان شخص (دشمن) کے پاس جاؤن اور اُسکا گھوڑا لیکر اپنی گھوڑی کو تلاش کرون"

عزیزون نے بہت زور کے ساتھ اُس کے اس خیال کی مخالفت کی مگر اُس نے نہ مانا رات کے وقت اپنے حریف کے مکان پر آکر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا۔ کون ہے اُس نے جواب دیا کہ مین ہون۔ مالکِ مکان اسکا نام سنتے ہی بیتابی کے ساتھ باہر نکل آیا اور نہایت تپاک کے ساتھ ملا۔ اس نے اپنی حاجت پیش کی۔ میزبان پہلے اسکے

کبھی ایسی حیرت طاری نہ ہوئی تھی۔ اس نے سائیس کو حکم نہین دیا بلکہ خود اصطبل سے گھوڑا لاکر اسکی باگ اسکے ہاتھ مین دیدی گو اسکے عزیز مخالفت ہی کرتے رہے۔ یہ شخص اس گھوڑے پر سوار ہوکر اپنی گھوڑی کی تلاش مین چلا اور سمون کے نشان دیکھتا ہوا دوپہر کے وقت ایک جنگل مین گھوڑی کو مع اسکے بچے کے چرتا ہوا پایا۔ اس نے گھوڑی کو اسکا نام لیکر پکارا۔ مگر وہ گھوڑی آہوئے رمیدہ کی طرح چوکڑی بھرتی ہوئی بھاگ گئی۔ اس نے تعاقب کیا۔ ایک شبانہ روز وہ گھوڑی مع اپنے بچے کے اپنی فطری تیز رفتاری سے کام لیا کی آخر اسکا بچہ تھک کر گر گیا۔ اس شہسوار عرب نے اسکے قریب جاکر اپنے عمامہ سے اسکو باندھکر چھوڑ دیا اور پھر اس گھوڑی کا تعاقب کیا۔ آخر وہ گھوڑی ایک دن کا راستہ طے کرنے کے بعد ایک مقام پر خود بخود کھڑی ہوگئی۔ یہ شخص قریب گیا۔ گھوڑے سے اترکر اپنی گھوڑی کی گردن مین ہاتھ ڈال کر اسطرح رویا جسطرح کسی بچھڑے ہوئے عزیز سے ملکر روتے ہین۔ اور اسکو چمکارتا پیار کرتا اس مقام پر لایا جہان اسکے بچے کو چھوڑ گیا تھا۔ مکان پر واپس آکر اپنی لڑکی کو میانہ مین بٹھا کر احسانمندانہ شکر گزاری کے ساتھ اسکا گھوڑا اور میانہ اپنے حریف کے پاس بھیجدیا۔

عربی گھوڑون کے مندرجہ بالا واقعات پر اسقدر اضافہ اور کرنا چاہتا ہون کہ اس گھوڑے مین دو ہی چالین ہین۔ ایک تو قدم دوسری پوئی۔

عرب گھوڑے کی الفت اپنے مالک کے ساتھ مشہور ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گھوڑی سے

اُتر کر انہون نے لگام گردن پر ڈالدی ہے اور گھوڑے نے اپنی جگہ سے جنبش نہین کی ہے۔ اگرچہ گھوڑا عربستان مین اسقدر بکار آمد جانور ہے لیکن عام نہین ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ اونٹ ہر حصے مین نشو ونما پا سکتا ہے۔ بخلاف اسکے گھوڑا اُن ہی خطون مین ہوتا ہے جہان اسکے مذاق کے موافق چارہ ہوتا ہے جیسے عراق عرب۔ شام۔ نجد وغیرہ۔ نجد وہ خطہ ملک کا ہے جہان کا گھوڑا سب سے زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے۔

عرب کے کل جانورون مین دو ہی ایسے جانور ہین جو انسان کے لئے بہت بکار آمد ہین۔ گھوڑا اور اونٹ۔ اونٹ تو گویا خاص الخاص عربستان کا جانور ہے اور اسکے بغیر اس ملک کے صحراؤن کا قطع کرنا محالات سے ہے۔ اسکی کم خوراکی اُس کا مدتون پانی کے بغیر زندگی بسر کرنا محنت کی برداشت اور طاقتِ جسمانی۔ یہ وہ خاصیتین ہین جنکی بدولت کیا بلحاظ جانور سواری اور کیا بلحاظ جانور باربرداری کوئی دوسرا چارپایہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتا۔

حلب سے بصرہ تک کے صحرا کو ایک اونٹ چھہ من سے زیادہ کا بوجھ لیکر اور بہت ہی تھوڑے چارے کے سہارے پر بآسانی قطع کر لیتا ہے۔

اونٹ حقیقت مین نہایت ہی کم خوراک جانور ہے اور ایسی چیزین کھا کر جیتا ہے جنپر دوسرے جانور ہرگز زندگانی بسر نہین کر سکتے۔ جب کبھی اونٹ کو اطمینان کے ساتھ بڑے بڑے کانٹون سمیت ناگپھنی کے پتون کو (جو راہ کے دونون طرف ہوا کرتے ہین) چباتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سخت حیرت ہوتی ہے۔
شاد عفی عنہ

اُردو کی کایا پلٹ

اے اہلِ وردمن لو کچھ داستاں ہماری ہندوستان کے ہم ہین اُردو زبان ہماری

اگر تاریخ السنہ کو ذرا بھی گہری نظر سے دیکھا جائے تو ایسی صدیاں ضرور ملین گی جن مین کسی نہ کسی حصۂ زمین پہ ایک نہ ایک نئی زبان کی بنیاد پڑی ہو۔ یا بہ الفاظ دیگر زمانے کے بعض بعض دورا یسے بھی نظر آئین گے جن مین کسی قوم کی مجموعی قوت سے ایسے بچے نے جنم لیا ہو۔

مگر عمرِ طبیعی اُسی کو نصیب ہوئی جس نے کسی سلطنت یا حکومت کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی۔ ما بقی حشرات الارض کی طرح چند ہی روز دنیا کی ہوا کھا کر نیست و نابود ہو گئے۔ گر اُن مین سے بعض بعض کا وجود صفحۂ ہستی پر رہا بھی تو حرف غلط کی طرح کالعدم۔

زمین کے اندر بڑے بڑے جزیرون یا جزیرہ نماؤن سے قطع نظر کر کے صرف بلاد ہند کے ہی مختلف چھوٹے بڑے قطعات کی سیر کیجئے تو ہر جگہ نئی بولیان یا نئی آوازین کان مین پڑینگی۔ جن مین اکثر اس قدر محدود ہونگی کہ اُنکے قریب ترحصے کے باشندے بھی بالکل نابلد پائے جائینگے۔ بلکہ بعض زبانون کے

نام سے بھی کان نا آشنا ہون گے۔ پھر اُن کا وجود حقیقت مین لنگاہون اور دقیقہ سنج خیالون مین در جۂ شاذ سے زیادہ وقعت کیونکر رکھہ سکتا ہے۔

اردو سریع الفہم ہے

دنیا مین جسقدر زبانین اسوقت کم وبیش رائج ہین۔ عام اس سے کہ وہ انسانی ایجاد کردہ ہون۔ یا توفیقی باعتبار زمانہ یکے یا دیگرے مقدم ہون۔ یا موخر۔ اُن سب مین یہ مسئلہ ضرور قابل بحث و لایق غور ہے کہ سب سے زیادہ سریع الفہم کونسی زبان ہے جسکو ممالک غیر کے باشندے بھی بہ قدر ضرورت بہت جلد اور بہ سہولت تمام حاصل کر سکتے ہین۔

اگر ہماری راے غلطی نکرے تو غالباً ہمارے معاصر محققین السنہ ضرور ہمارا ساتھ دیتے ہوئے نہایت شدّ و مد سے کہین گے۔ کہ "اُردو" جسکو حقیقت مین لنگاہین شاہجہانی بازار کا یوسف مان رہی ہین۔

ہمارے اس دعوے کی سب سے قوی حجت یہی ہے کہ "اُردو" کا بنیادی پتھر محض ایک قوم۔ یا ایک مُلک کے باشندون نے نہین رکھا۔ بلکہ جب لشکری لوگ دیار و امصار سے ہندوستان کے مرکز یعنی دہلی مین مجتمع ہوئے اور کاروبار روزمرہ مین بوجہ اختلاف زبان دقتین پیش آنے لگین۔ اُس وقت ہر زبان سے ضروری ضروری الفاظ اخذ کرکے اُردو کے اصلی ماخذ بھاشا مین اضافہ کیئے گئے اور اِسی مخلوط زبان مین تمام کاروبار ہونے لگے

اگرچہ یہ ہردل عزیز زبان (قواعد وضوابط پر مبنی نہ ہونے کے باعث) ابتک عربی۔ فارسی ۔ انگریزی ۔ وغیرہ کی طرح اس پائے کو نہ پہنچی کہ لفظ علم سے تعبیر کی جائے ۔تاہم اُسکی تیزروی اپنے ہمراہیون مین قابل امتیاز ہے ۔

مذاق صحیح وعقل سلیم دونون ہمزبان ہوکراس امر کی شہادت پر ہر لحظہ تلے ہوئے ہین کہ جس برقی رفتار سے ہماری پیاری اُردو نے دن دونی رات سوائی ترقیان حاصل کین اُسکی نظیر ہمچشمون مین بہت ہی کم نظر آئیگی اور کیون نہو؟ اِس کا موجد شاہجہان سا اُولوالعزم بادشاہ ۔ اسکے سرپرست ولی ۔ میرؔ ۔ سوداؔ ۔ مصحفیؔ ۔ انشاؔ ۔ غالبؔ ۔ مومنؔ ۔ ذوقؔ ۔ ناسخؔ ۔ آتشؔ ۔ مجروحؔ ۔ امیرؔ ۔ داغؔ ۔ ظہیرؔ ۔ آزادؔ ۔ علیہم الرحمہ سے کاملین فن ونقادان سخن تھے

یہی وہ حضرات تھے جنہون نے اس ہونہار بچے کو کنار عاطفت مین پرورش کیا

یہی وہ حضرات تھے جن کے فیض تربیت نے اس نونہال کا دامن ثمر مراد سے مالامال کیا ۔

یہی وہ حضرات تھے جن کے فیض تعلیم نے اس نوخیز مہ جبین کو آسمان ادب کا ماہ چہاردہ بنادیا ۔

یہی وہ حضرات تھے جنکی راہبری نے اس تازہ مسافر کو خضر راہ بناکر بھولے بسرونکی ہدایت کا رستہ بتایا ۔

انہین حضرات کی روشن دماغیون نے اسکو دوردراز منزلون کی چمکتی دمکتی

فانوسون سے جگمگا دیا۔

انھین حضرات کی گل کاریون نے رنگا رنگ کی نقاشیون سے اس قصر شاہجہانی کو رشک ارژنگ چین بنا دیا۔

انھین حضرات کے بار احسان سے اُردو دنیا کے باشندون کی گردنین ہمیشہ ہمیشہ جھکی رہین گی۔

انھین مقدس حضرات کی بدولت چار دانگ عالم مین اسکا ڈنکا بج گیا۔

انھین کے پرتو سے اسکے روشن چہرے کو چار چاند لگے۔

آہ!! اے عالم ارواح کے نتھرے ستھرے پاک صاف زندگی بسر کرنے والو، تمھاری آنکھ پھرتے ہی اسکی انجمن کا چراغ مدہم پڑ گیا۔ تمھارا منھ مڑتے ہی اسکے آسمان کا چاند ماند ہو گیا۔

آہ!! اس محلات شاہی کی نازپروردہ نازک اندام کا پھول سا چہرہ باد مخالف کے تیز و تند جھونکون سے پژمردہ ہو گیا۔

تمھارا سایہ۔ اس کے لئے ظلِ ہما، تمھارا دامن اسکے لئے دامانِ رحمت سے کم نہ تھا تم کیا گئے کہ اپنی مایہ اپنے ساتھہ لے گئے۔

اگرچہ تمھاری جیتی جاگتی تصویرون نے اسکو ابدالآباد کے لئے مُرقع چین بنا دیا ہے۔ تاہم وہ زبردست انقلاب جس نے اب اُردو کی دنیا کو تہ و بالا کر رکھا ہے۔ اور وہ ضرورتین جس کا احساس تمھارے بعد آنے والی نسلون کو

ہو رہا ہے۔ افسوس ایا کہ اُن سے تمہارے وورس اور ویرپا خیالات نا آشنا تھے۔

اے عالمِ علوی کی رہنے والی پاک روحو؟ اب زمانہ لاکھ کروٹین بدلنے پر بھی تمہین خوابِ راحت سے نہین جگا سکتا۔ کہ اس غریب کے دُکھ سُکھ سُنو، اور رحم کھا کر آئے دن کی بلاؤن کو اس کے سر سے ٹالنے کی تدبیر معجز نما تحریر اور سحر پرداز تقریر کے ذریعہ عمل مین لاؤ۔

ادہر سرکاری دفاتر مین **ہندی** اسکی بیخ کنی پر مستعد۔ اُدہر خانگی تحریر و تقریر مین انگریزی کا یہانتک تصرف کہ خود اسکی حامی انجمنون کے ممبر اپنے لکچر، اپنی رپورٹین بجائے **اُردو** کے **انگریزی** زبان مین ملک و مالک کے روبرو پیش کرنے پر زور دے رہے ہین۔ اور رات دن اپنی زبان مادری کے مٹانے پر آمادہ۔

غمِ صیاد و فکرِ باغبان ہے
دو عملے مین ہمارا آشیان ہے

خدا کرے کہ " تمہاری سچی اور پُر زور روحانی قوتین اب بھی اس عنقریب ڈوبنے والے بیڑے کے ساتھ ناخدا کا کام کرین۔

تمہارے قیامت تک ان تھک اور شل نہ ہونے والے بازو " اب بھی اس کشتی کو سہارا دے کر بھنور سے نکالنے کی کوشش کرین۔ کہ ہماری ملکی مشترکہ زبان پھر ساحلِ مراد پر پہنچکر اپنی لہلہاتی ڈہڈہاتی سبزہ زار کو بادِ صرصر کے

خراب اور پامال کرنے والے جھونکون سے بچاتی خس وخاشاک کو ہٹاتی ہوئی اپنا دامنِ گل مدعا سے لبریز کرے۔

اب ہم سنسکرت اور فارسی کے دوبارہ جنم لینے کی مختصر سی کیفیت مثالاً ہدیۂ ناظرین باتمکین کرتے ہین۔

سنسکرت کا دوسرا جنم ہمیشہ سے زمانے کا یہی دستور ہے کہ "ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت"۔ سنہ عیسوی سے ۵۴۳ برس پہلے شاک منی (بانیِ بودھ مت کی سحر بیانی نے نہ صرف ملک ہند پر ہی اپنا قبضہ کیا" بلکہ" سنسکرت سی مضبوط اور مہذب کو جو بقول اہلِ ہند زبان آلہی ہے یہانتک مٹا یا کہ دفاتر سرکاری اور روزمرہ معمولی وغیر معمولی تحریر وتقریر سے باہر نکال دیا۔ اور زبان ماگدھی کو اُسکا قائم مقام بنایا۔ تمام علوم وفنون کی تصانیف وتالیف اُسی مین ہونے لگی۔ درس گاہون اور کتب خانون مین بھی وہی نظر آنے لگی۔

کہین کہین کوئی راجہ مہاراجہ **وید** کا ماننے والا دباچھپا باقی رہگیا۔ جس نے سنسکرت کو سنبھالکر اپنی حفاظت مین رکھا۔

اگر زمانہ اور ہندے کروٹ نہ بدلتا، اور **شنکراچاری سامی بکرماجیت سا** مہاراجہ۔ اُسکی حمایت پر کمربستہ نظر نہ آتا تو آج ہماری کان سنسکرت کے نام سے ناآشنا ہوجاتے۔

بکرماجیت نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لیتے ہی سب سے پہلے یہی زبردست

کام کیا کہ "بڑے بڑے ذی علم برہمنون کو منتخب کر کے ملک کے ہر ہر گوشے
مین روانہ کیا جنکی دلی کوششون نے کتھا یعنی وعظ کے ذریعہ اس نیم مُردہ آسمانی
زبان کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔

فارسی کا دوسرا جنم اصلی فارسی جسکی تصانیف کا ژند واُستا سے
پہلے کوئی نشان نظر نہین آتا۔ اُسپر **اسکندر رومی**
کی تیغ آبدار نے مذہب **زرتشت** آتش پرست کے فقدان کے ساتھ ہی ایسا
پانی پھرایا کہ اس بچی کھچی کتاب کا ورق ورق صفحۂ دہر سے مٹانے مین کمی نہ کی
لیکن دورِ زمانہ نے حسبِ عادت ایک زمانے کے بعد ساسانیون کا نیّر اقبال
چمکایا۔ جنھون نے اُس مٹے مٹائے مذہب کے ہمراہ **ژند واُستا** کے بھی اوراق
پریشان جہان جہان سے دستیاب ہو سکے بہم پہنچا کر فارسی کے قالب مُردہ کی
مسیحائی کی۔ ورنہ آج اس زبان کا سراغ بھی نہ ملتا۔

زبانِ اُردو پر اسے زنی اگرچہ کتب تواریخ کے مطالعے سے اور
بھی زبانون کے متعلق اس قسم کے حادثات کا پتا چلتا ہے۔ مگر چونکہ اِس وقت
ہمارا اصلی مقصد محض زبانِ اُردو پر اسے زنی کا ہے جسکی امداد مین مذکورہ بالا
دونون زبانون نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ لہٰذا اور سب سے قطع نظر کر کے
صرف اُنھین دونون کو تمثیلاً پیش کرنے پر اکتفا کیا۔

خدا کا شکر ہے کہ ہماری میٹھی نیند سونے والی **قوم**۔ اور ہماری خانہ جنگیون سے

فرصت نہ پانے والے اہلِ ملک کو بھی رفتار زمانہ نے پے در پے ٹھوکے دے دیکر زبان کی ضرورتین محسوس کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہانتک کہ ہندوستان کے بعض بعض چھوٹے بڑے شہرون مین اصلاح و ترقیِ زبان کے لئے انجمنین قائم ہونے لگین اور ہر ایک انجمن مین ان اغراض کی نسبت نہایت ہمدردی سے عملی کارروائیان بھی ظہور مین آنے لگین۔

یون تو ہم اُن تمام انجمنون کے ہتہ دل سے مشکور ہین مگر خصوصیت کے ساتھ انجمن ترقی اُردو کا شکریہ ادا کرتے ہین جس کا مستقر اورنگ آباد ممالک محروسۂ نظام مین ہے۔ اور جسکے سکرٹری اب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ ہین۔ جنکی مساعیٔ جمیلہ ہر طرح قابلِ قدر ہین۔

انجمن مذکور مین تصانیف و تراجم کا سلسلہ اعلیٰ پیمانے پر جاری ہے۔ اللّٰہم زد فازدہٗ یوماً فیوماً فقط

ثاقب بدایونی

"فدوی کمتر الدولہ نوکر جنگ"

(❖)

دیکھنا اس چیونٹی کو۔ خاک کے ذرون مین پانون جمائے دانہ گندم سے کشتی لڑ رہی ہے اپنے جسم سے تگنے چوگنے بوجھ کو شکست دیکر فتح کرنا اور قبضہ مین لانا چاہتی ہے۔

کوئی اس سے پوچھے کہ تو اتنی سی جان اور اسیر حرص وہوس کی یہ کھینچا تان گیہون کے دانہ کو کیا کریگی اپنے گھر مین جا۔ اور پرانہ اندوختہ کو پہلے کھا۔ اسکے بعد تازہ رزق کی تلاش کیجو۔

مگر اس فتنی کے کون منہ لگے۔ بڑی زبان دراز ہے اسکی ظاہری سکینی اور عاجزی نہ جانا۔ جتنی چھوٹی ہے اتنی ہی کھوٹی ہے۔ یہی وہ کیڑا ہے جس نے حضرت سلیمان کے لشکر پر نکتہ چینی کی تھی اور اپنی قوم کو آدمی اور اسکی بادشاہی کے خلاف لکچر سنایا تھا جسکو سنکر حضرت سلیمان کو ہنسی آگئی تھی۔

خیر اگر کچھ کہیگی تو سن لینگے مگر ایک دفعہ اس سے سوال تو کرنا چاہئے۔

آدمی۔ کیون بی چیونٹی تم کو ڈر نہین لگتا۔ لوگون کی آمد رفت کے راستہ مین اتنی دیر سے دانہ گندم کے ساتھ کشمکش کر رہی ہو اگر کسی کا پاؤن پڑ گیا تو پھٹ سے مر جاؤ گی۔ نہ تم رہو گی نہ یہ دانہ۔

چیونٹی۔ جناب ہر چیز زندگی اور موت کے لئے پیدا ہوئی ہے جس کام مین

مشغول ہون یہ میری زندگی ہے۔ اور جس سے آپ نے ڈرایا وہ موت ہوگی۔ سو یہ دونون میرے وجود کے مقاصد ہین۔ زندگی ملی تو واہ۔ موت ہاتھ آئی تو واہ۔ مقصد دونون مین حاصل ہو جائے گا۔ اور نیچر کا منشاء ہر پہلو سے پورا ہوگا۔

آدمی۔ یہ خوب کہا۔ مرنا بھی کوئی مقصد حیات ہے۔ آخر کو حیوان ہونا۔ اور پھر موت بھی وہ کہ خود اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا۔

چیونٹی۔ میری عقل اور سمجھ بھی حیوانون کی سی ہے۔ مگر ذرا اپنے گریبان مین منھ ڈال کر سوچو۔ آدم کے ایک بیٹے نے دوسرے کو مار ڈالا مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ اس لاش کو کیا کرے اسلئے مُردہ کو کندھے پہ لئے پھرتا تھا۔ آخر ایک کوے نے جو مجھ ہی جیسا حیوان تھا۔ ایک کوّے کی لاش کو دفن کرکے آدمی کو دفن کرنا سکھایا۔

شہد کی مکھی بھی میری طرح حیوان کیڑا ہے لیکن آدمی نے بادشاہی اور حکمرانی کے اصول اسی سے سیکھے۔

اے آدم کے بیٹے خدا کی مخلوق کو حقارت سے نہ دیکھ کہ خدا نے ہر ہستی کو اک حکمت سے نمودار کیا ہے۔

آدمی۔ مین نے مانا کہ تم سمجھ دار ہو۔ علم فلسفہ و منطق پڑھی ہوئی ہو۔ میرا سوال تو فقط تمہارے فائدے کے لئے تھا اور صرف یہ غرض تھی کہ تمکو پامال ہونے کے خطرہ سے آگاہ کرون۔ تم ایک فلسفہ لے بیٹھین۔ نیچر نے تمکو جینے کے لئے پیدا کیا اور تم موت کو مقصد زندگی سمجھتی ہو۔

چیونٹی۔ آپ ناراض ہوں۔ مین تہہِ دل سے آپکی ہمدردی کے عوض مین تھنکیو وری مچ۔ کہتی ہون۔ مگر اس سے باز نہین رہ سکتی کہ اپنے مقصد حیات پر آپسے گفتگو نہ کرون۔

سنئے خدا نے تمام حیوانون کی زندگی کے تین مقصد بنائے ہین۔ ایک اپنی بقائے عمر کیلئے رزق کی تلاش۔ دوسرے آدمی کی خدمت۔ تیسرے وقتِ مقررہ پر مرجانا۔ مگر انسانی زندگانی کے بے شمار مقاصد ہین۔ آپکو شاید یاد نہ رہا ہوگا۔ سنئے مین بتاتی ہون۔ ہر زندگی کے دو حصے ہین۔ رزم اور بزم۔ رزم ایک آلہ اور سبب ہی بزم کا یعنی عام جاندار جنگ کر کے اپنی آسایش حیات کے لئے موقع بزم مہیا کرتے ہین ان جاندارون مین جسقدر حیوان ہین انکی رزم صرف محافظون سے بچنے اور اپنی معاش کی تلاش تک محدود رہتی ہی۔ اور بزم مین انکو فقط رات کا آرام اور نسل بڑہانے کی خوشی دی جاتی ہی باقی اور کچھ نہین۔

مگر انسان کو عقل۔ ہوش دئے گئے ہین اور انکی ماتحت لاتعداد فرائض رکھے گئے ہین۔ آدمی کو فکر ملا ہی۔ غم و الم دیا گیا ہی جس دور اندیشی عطا ہوئی ہی۔ اسواسطے اسکی زندگی کے مقاصد مین غم بھی ہی۔ خوشی بھی۔ رزم بھی اور بزم بھی ہنسی بھی اور رونا بھی۔ جو لوگ یہ چاہتے ہین کہ ہمیشہ خوش رہین وہ درحقیقت اپنی زندگی کے مقاصد کو سمجھتے نہین جنکی خواہش یہ ہوتی ہی کہ ہر وقت آرائش محفل اور آرایش سکون مین غرق رہین اور رزم و حرکت مین دخل نہ دین وہ بھی اغراض حیات سے غافل ہین۔

قرآن شریف مین خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمنے ایک امانت آسمانون اور زمینون کے سامنے پیش کی اور سب نے اس بوجھ کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ مگر انسان نے اس بار کو اُٹھا لیا۔

وہ بار گران کیا تھا اسکی تفصیل و تشریح نہین کی گئی لیکن وہی زندگانی تھی جو دنیا مین انسان کو پیش آئی تھی۔

پس جو لوگ خدا کی امانت کا عرفان کلی رکھتے ہین وہ عروج و زوال۔ مرض و بیماری۔ امیری و غریبی۔ دُکھ سُکھ۔ غرض ہر اچھی بُری چیز کو اپنی زندگانی کا مقصد جانکر اطمینان و بے پروائی سے اسوقت کو گزار دیتے ہین اور اسی کو انکی زبان مین مقام تسلیم و رضا کہا جاتا ہے۔

پس مین جو اس دانہ گندم سے کھینچا تانی کر رہی ہون یہ میری وہ نوکری ہے جس پر قدرت نے مجھکو پیدا کیا۔ اگر کامیاب ہون اور دانہ کو اپنے سوراخ مین لے گئی تو نوکری پوری ہو جائیگی ورنہ آپ کے ارشاد کے بموجب کسی پاؤن کے نیچے دب کر مر جاؤنگی اور اس جینے کے فرض سے نجات پا کر مرنے کی نوکری انجام دونگی۔

آدمی۔ چیونٹی کی حکیمانہ باتین سُنکر بہت متاثر ہوا اور اس نے کہا تمہارا نام کیا ہے۔

چیونٹی بولی۔ فدوی کو کمترالدولہ نوکر جنگ کہتے ہین۔

آدمی نے اتنے ننھے سے وجود کا اتنا بڑا نام سُنکر اور متعجب ہو کر کہا۔ اوہو آپکا

نام تو بہت ہی شاندار ہے ۔

چیونٹی بولی۔ نام کے لفظوں پر نہ جائیے۔ مین نے معانی کے اعتبار سے یہ نام بتایا ہے خدا کی دولت کائنات مین سب سے حقیر اور کمتر ہون اسلئے کمترالدولہ ہون۔ اور پیٹ کی خاطر رات دن جنگ مین مصروف رہتی ہون اور خدا نے یہ میری نوکری مقرر کردی ہے۔ لہذا نوکر جنگ ہون۔ یہ جتنی شکلین انسانون اور حیوانون کی نظر آتی ہین انکے نامون مین معانی رنگارنگ ہین۔ اور انکے کامون مین بھی گوناگونی ہم آہنگ ہے فدوی کمترالدولہ نوکر جنگ بظاہر دانۂ گندم سے دست و گریبان ہے۔ مگر بباطن ہر وقت سربسجود اور رب العالمین کے آگے جھکی ہوئی ہے۔

آدمی نے یہ سب گفتگو سنکر ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا۔

ربنا ما خلقت ہذا باطلا

تبارک اللہ احسن الخالقین

بقلم حسن نظامی

شاد - عالیجناب مہاراجہ بہادر یمین السلطنة پیشکار سرکار عالی

بوالہوس درد محبت کا مزا کیا جانے / کبھی بیمار نہو جو وہ دوا کیا جانے

جس نے خود کو نہ مٹایا وہ فنا کیا جانے / دل مین جسکے ہو خودی کیا ہی خدا کیا جانے

بحر مین قطرہ کا ملنا ہی تو ہان وحدت ہے / اِس سے واقف جو نہو راز بقا کیا جانے

شیخ کیا جانے بھلا بھاؤ ہی کیا صابن کا / عشق کیا چیز ہے وہ اسکا مزا کیا جانے

ابھی کمسن ہی وہ کیا جانے محبت کیا ہی / لذتِ عشق ہی کیا چیز بھلا کیا جانے

قتل ہو جائے مگر اُف نہ زبان سے نکلے / عشق جسکو نہین تسلیم و رضا کیا جانے

عارضِ یار ہی کیا زلف کسے کہتے ہین / جو نہ جانے انھین وہ صبح و مسا کیا جانے

جسکی فطرت مین جفا ہی ہو ستم ہی داخل / مہر کیا جانے بھلا اور وفا کیا جانے

نرگسِ چشم کا بیمار کبھی جو نہ ہوا / اُسے کیا قدر دوا کی و شفا کیا جانے

دو دن کی لینی نہ ہے آسان ہی مشکل جرأت / جو سپاہی نہین میدان دغا کیا جانے

سوز پیدا جو کرے دلمین وہی ساز ہی شاد / جس نے نالہ نہ کیا ہو وہ نوا کیا جانے

قیس جناب محمد خواجہ بدیع اللہ صاحب

بوالہوس درد محبت کا مزا کیا جانے / زاغ بیتابیِ بلبل کو بھلا کیا جانے

رنگ کیا لائے زمانے کی ہوا کیا جانے
گل کھلے کونسا دنیا مین نیا کیا جانے

دل وجان اسپہ فدا اُس سے تنفر سبکو
تیرے خنجر کی ادا تیغ قضا کیا جانے

جان جاتی ہے شب وصل کہ وہ آتے ہین
کونسی بات ہے منظور خدا کیا جانے

شوخیون سے نہو برہم دل آزار طلب
ابھی کم سن ہے وہ انداز حیا کیا جانے

غیر کی بات ہے کیون خاطر نازک پہ گران
بوالہوس ہے وہ محبت کا مزا کیا جانے

مست ہے شوخ ہے پُر فن ہے یہ مانا لیکن
چشم آہو تری آنکھون کی حیا کیا جانے

بوسۂ عارض گلگون کبھی دیکر دیکھو
کیا نکلتی ہے مرے دل سے دعا کیا جانے

قصۂ گردش تقدیر یہ سنکر بولے
ایسے جھگڑون کو بھلا میری بلا کیا جانے

نگہہ یاس پہ مجھسے وہ ہوئے ہین برہم
کیا گمان خاطر نازک پہ ہوا کیا جانے

یہ نہین ہین جو گرفتار پریشانی ہین
بل مقدر کے تری زلف رسا کیا جانے

کشش روح کی ترکیب سے واقف ہی نہین
جان لینا ترے کشتونکی قضا کیا جانے

رہبر راہ خدا لاکھ ہو لیکن واعظ
جادۂ منزل تسلیم و رضا کیا جانے

نجد مین قیس کے دل سے کوئی پوچھے اسکو
ساربان پردۂ محمل کی ہوا کیا جانے

سیف - جناب میر لیاقت علی صاحب

آج کیون ہوگئے وہ مجھسے خفا کیا جانے
ہوگئی کونسی بھولے سے خطا کیا جانے

چشم نرگس مین کہان حسرتِ دیدار کی تاب
کور باطن ترے جلوہ کی ضیا کیا جانے

پوچھئے چاہنے والونکی نگاہون سے کبھی
آئینہ آپ کی مستانہ ادا کیا جانے

ہمسے پوچھے کوئی غنچون کے تبسم کا سبب
ان معمّون کو بھلا موجِ ہوا کیا جانے

بزمِ دشمن مین کبھی ہین تو کبھی مست شراب
جو گزرتی ہے یہان اُنکی بلا کیا جانے

لذتِ جرم سے بخشش کے مزے ہین واعظ
جو خطاوار نہو لطفِ عطا کیا جانے

مجھسے وہ پوچھ رہے ہین مری حسرت کا سبب
لبِ تصویرِ خموشی کے سوا کیا جانے

سر کے بل کیون نہ چلین مست سوے میخانہ
درِ کعبہ کا ادب لغزشِ پا کیا جانے

گھر بنانا دلِ معشوق مین آسان نہین
بوالہوس ایسی عمارت کی بنا کیا جانے

اس سے ٹکڑے ہو جگر اُس سے پریشان ہو گل
میری فریاد کو بلبل کی صدا کیا جانے

اُسکی ہاتھون مین جگہ اسکی دلِ عاشق مین
مرتبہ خونِ تمنا کا حنا کیا جانے

اُس سے گل کھلتے ہین ہوتی ہے قیامت اس سے
تیری رفتار کے انداز صبا کیا جانے

اِسکو اُٹھ جانیکی پروا نہ اُسے رخصت کی
شمع محفل کو مسافر کو سرا کیا جانے

اس مین بیساختہ پن اُسمین ہے اک طرزِ حجاب
شوخیِ چشم کو اندازِ حیا کیا جانے

مین نے مانا کہ سُبک سیر جہان گشت سہی
تیرے کوچہ کا پتہ بادِ صبا کیا جانے

چشم ساقی سے بڑھے کیون نہ مری بیخبری
ہوش مین لانا مئے ہوش رُبا کیا جانے

ہمنے جز زندگیِ ہجر نہ دیکھا کچھ بھی
لوگ کس چیز کو کہتے ہین قضا کیا جانے

دل سے جب نکلی تڑپکر تو گئی عرش کے پار
نارسائی کو مری آہِ رسا کیا جانے

میں نے مانا کہ ہی مشہور ستم میں بھی
فلکِ پیر تری طرزِ جفا کیا جانے

داغ کھاتے ہین جو دلپر وہ سمجھتے ہین اسے
شاہدِ گل ترے کوچہ کی ہوا کیا جانے

کچھ بھلائی ہی عدو کی نہ برائی میری
ہین وہ کس بات مین مصروف دعا کیا جانے

یہ زمین پر ہین پڑے اسکا فلک پہ ہی دماغ
خاکسارون کو تری زلفِ رسا کیا جانے

نازِ معشوق پہ مرنا نہین آتا جسکو
سیفؔ دنیا مین وہ جینے کا مزا کیا جانے

مضطرؔ جناب سید محمدؐ علی صاحب دہلوی

دل کو لایا ہون اُسکی محفل سے
کس مصیبت سے کیسی مشکل سے

کوئی پوچھے ذرا یہ قاتل سے
اُف بھی نکلی زبانِ بسمل سے

اِسکی تصدیق کر رہی ہی نگہ
میری الفت ہے آپ کو دل سے

ٹھیرتا ہے کوئی ہزار دنمین
چوٹ چلتی ہے جب مقابل سے

سختیِ ہجر غیر کیا جانے
آپ پوچھین یہ اپنے مائل سے

اسے دل اُسکا وصال مشکل ہے
باز آ اس خیالِ باطل سے

ہمنے کی اختیار خاموشی
جب بڑی بات آکے جاہل سے

آپ کا گھر ہے آپ کا مین ہون
رہیئے آنکھون مین آیئے دل سے

تمکو راحت ہو جس سے وہ تکلیف
مجکو منظور ہے بہتہ دل سے

گالیان دین سوال بوسہ پر
جلتے پر نہ ہوتم بھی آفت ہو
ہمسے بھی ہونگی اُنکی چار آنکھین
چلدئے رکھکے قبر مین احباب
ہمنے فقرون کی وہ ہوا باندھی
قیس نظارے سے ہو شادی مرگ
وان سے اسطرح نامراد آیا

ہے یہ اچھا سلوک سائل سے
گھڑتے ہو اک نہ اک نئی دل سے
آئینہ تو ہٹے مقابل سے
چھٹ گیا ساتھ پہلی منزل سے
کہ اُڑا لائے اُنکو محفل سے
دیکھے لیلی کبھی جو محمل سے
پیاسا واپس ہو جیسے ساحل سے

داد دے گا کمال کی مضطر
ہے یہ امید شاہ عادل سے

پچھلا پہر

نقاب اُلٹتا ہے چہرے سے خسرو خاور
ہی وقت پچھلے پہر کا سکون خواب کا وقت
سمان بندھا ہوا جوش بہار قدرت کا
گھرون کے بند ہین دروازے سب دکانین بند
پرند سوتے ہین سب اپنے آشیانون مین
تمام خلق کو گھیرا ہی خواب غفلت نے

کہو یہ لیلی شب سے کہ اوڑھے چادر
خدا کی قدرت کامل کا دلکشا منظر
سکوت چھایا ہوا ممکنات عالم پر
چہل پہل ہی نہ ہنگامہ ہی نہ شور و شر
چرند بہتان پہ بیٹھے ہوئے جھکائے سر
گمان ہی شہر خموشان کا ساری عالم پر

ہر ایک شے پہ سیاہی کا رنگ پھیلا ہی | سیہ ہین ارض و سما و جبال و بحر و بر
چمک رہے ہین جو تارے قیاس کہتا ہی | فلک کی نیلی قبا مین ٹکے ہوئے ہین گہر
چراغِ ماہ کی بھی روشنی ہوئی مدہم | ہی وقت برہمیِ صحبتِ مہ و اختر
بلاکشانِ شبِ ہجر سے کوئی پوچھے | کہ رات تمنے گذاری ہی یا رب کیونکر
خیالِ خواب پہ پریشان تھی شب کی بیداری | لگی تھی آنکھ ہوئی انتظار مین جو بسر
وداع ہوتے ہین دیکھو وہ شادکامِ وصال | نکل چکی ہی مگر حسرتِ دلِ مضطر
ادہر ہی شوق تمنا ادہر ہی شرم و حجاب | نیاز و ناز کی ہین صحبتین یہ پچھلے پہر
اشارے ہوتے ہین رخصت کے آنکھون آنکھون مین | ادہر کی آنکھ ادہر ہی ادہر کی آنکھ ادہر
مسافر اٹھے ہین پچھلے پہر کی خنکی مین | کمر کو باندھ رہے ہین لپیٹکر بستر
وہ شب کی ہلکی سیاہی سحر کی ضو وہ سپید | وہ اک سے ایک کی رخصت کا دلکشا منظر
شفق کے رنگ مین آمیزشِ سپیدۂ صبح | عروسِ وقت کے تن پر تہا قدرتی زیور
چھپکا وہ جانبِ مغرب سرِ مہِ کامل | چلا وہ آنکھین جھپکتا نجوم کا لشکر
فلک کا چار پہر مین کیا ہی دورہ ختم | ہی شب کے جاگنے کا بار انکی آنکھون پر
وہ نکلا صبح کا تارہ وہ رات ختم ہوئی | سفیدۂ صبح کا تھا روے لیلیِ شب پر
نماز صبح کو اٹھنے لگے نماز گذار | جھکے ہین سجدۂ معبود مین تمام شجر
وظیفۂ سحری مین ہین سب کے سب مصروف | بلند و پست جبال و بحار و دشت و در
نظر فریب سہانا وہ وقتِ صبح بہار | بھرا ہی کوٹ کے لطفِ خدا کا جسمین اثر

نسیم صبحکے وہ خوشگوار جھونکے سرد
جو گُدگُداتے ہین غنچون کو بیدہڑک آکر

ہنسی جو دیر سے غنچے کئے ہوئے تھے ضبط
تو ہنس پڑے لبِ گلبانگ سے وہ کھل کھلکر

ڈھلا کے وایۂ ابرِ بہار نے رخِ گل
پنھا دیا گُہرِ شبنم کا قدرتی زیور

سنک جو پائی ہی موجِ نسیم کی اسدم
تو سبزہ لیتا ہی انگڑائیان اُٹھا کر سر

سمان یہ دیکھکے مرغانِ نغمہ سنج اُٹھے
سُرونمین گانیلگے بھیرون بہمدیگر

نسیمِ صبح کی دیکھی جو چال مستانہ
نظر بھی لوٹ گئی فرشِ سبزۂ تر پر

شجر نہال تھے موجِ صبا کی جنبش سے
گلون کے رخ پہ تھا رنگِ بہار کا پوڈر

دُرِ خوش آب کا دانہ تھا موتیے کی کلی
نگین عقیقِ یمن کا تھا لالۂ احمر

نسیم آئی دبے پاؤن صحنِ گلشن مین
کہ بوئے گل کو جو پائے تو لے اُڑی کیسر

بڑے درختونکی ہلکی سی سنسناہٹ کا
ہوا طیور کی نغمہ سرائیون پہ اثر

کہ سُر ملا کے گلے بازیان لگے کرنے
صدائے نانونکی سنتے وجد مین تمام شجر

ہوا مین گونج رہی ہی جو مرغِ صبحکی تان
تو ایک وجد ہی طاری تمام عالم پر

وہین سے غنچے کے گرتے ہین قطرۂ شبنم
کہ جیسے دودہ اُگلتا ہے شیرخوار سیر

مذاقِ شبنم و گل مین ہی حسن و عشق کا جذب
اِدہر تو خندہ لبی ہی اُدہر ہے دیدۂ تر

کسے سنائے کوئی داستانِ بلبل و گل
مشاہدہ کا تقاضا ہی دیکھ لو آکر

وہ دیکھو پہلوِ بلبل مین گل کی خندہ لبی
سُنو وہ زمزمہ سنجئ بلبلِ خود سر

نیاز و ناز کی صحبت مین دخل ہے کسکو
ہوائے صبح بھی آئے تو آئے تھم تھمکر

ہوا پرست چمن جا رہے ہین گلشن کو | نظر فریب ہی اسوقت باغ کا منظر

سید صادق حسین غبار

حضرت ثاقب بدایونی المخاطب بہ امام الکلام پہلوان سخن

نزع مین روئے نبی پیش نظر ہو جائیگا
نور کے تڑکے غریبون کا سفر ہو جائیگا

بنگیا سینہ اگر لوح مزار مصطفیٰ
دل جگر نذر ابو بکرؓ و عمرؓ ہو جائیگا

مین غنیؓ کا ہون گدا جب مہر کی ہوگی نظر
ذرہ ذرہ میرے گھر کا سیم و زر ہو جائیگا

کوثر و تسنیم کیا۔ ہوگی اودہر مستونکی بھیڑ
اک اشارہ چشم ساقیؓ کا جدہر ہو جائیگا

یا نبی کہکر جو دیکھون گا مدینے کی طرف
غیب سے موجود سامان سفر ہو جائیگا

پیش دا ورنامۂ عصیان بنے گا خط شوق
کاتب اعمال میرا نامہ بر ہو جائے گا

گرتے پڑتے ضعف مین پہنچینگے در تک جب
سر ہمارا پانو ہو گا یا نو سر ہو جائیگا

میم احمد کی محبت حشر مین کام آئیگی
عاصیون کے حق مین یہ نقطہ سپر ہو جائیگا

جان ہی لیکر رہیگا ہجر شہ مین اکدن
خود علاج درد۔ یہ درد جگر ہو جائیگا

حب جد اکے گھر سے کچھ آگے بڑہا ئینگے قدم
کوئے محبوب خدا مین بھی گذر ہو جائیگا

کس مپرسی کی مصیبت مین ہی ثاقب یا نبی
تم جدہر ہو جاوگے۔ عالم اودہر ہو جائیگا

شادی عالیجناب معلی القاب مہاراجہ بہادر یمین السلطنت پیشکار سرکار عالی

اَلعَالَمُ مُتَغیّر

ہی تغیّر ضرور عالم کو
ہین تغیّر کی مختلف اشکال

غیر کو تسکو یا رکو ہمکو
ذکر کرتا ہون انکا کچہ احوال

ساقیا جلد دے تو جامِ شراب
ایسی مے دے کہ کچہ خمار نہو

یہ دلِ تشنہ کام ہی بیتاب
پھر نشے کا کبھی اُتار نہو

چاہے عالم رہے رہے نہ رہے
میری مستی مین ہان ترقی ہو

شادی و غم رہے رہے نہ رہے
ساقیا مے بھی ایسی جو کھی ہو

اِسمین پُٹ ہو شریک عرفان کی
اور وحدت کا ہو وہ میخانہ

کیفیت جو دکھائے ایمان کی
تا بناؤن مین دل کو پیمانہ

جب مین آجاؤن اپنی مستی مین
اِن زمانون کا کچہ لکھون احوال

پاؤن جب اُسکو اپنی ہستی مین
ماضی و حال اور استقبال

اب کہان ہی نسیم اور بہار
وہ زمانہ کہان گیا افسوس

اب کہان گل کہان ہی وہ دلدار
ہوگیا راغ بوستان افسوس

رنگ رلیان کہان وہ محفل کی — وہ اُمنگین کہان ہین اب دل کی
وہ کہان بوستان کی شادابی — اور بلبل کے دل کی بیتابی
اب وہ دلمین کہان ہی سوز و گداز — اب کہان عشق اور راز و نیاز
اب وہ الفت کہان کہان کا عشق — رہگیا اب تو داستان کا عشق
شمع اب وہ کہان کہان محفل — اور پروانے کا کہان وہ دل
اب وہ ساغر کہان شراب کہان — اب کہان سوزِ دل کباب کہان
اب وہ ساقی کہان کہان مے نوش — اب کہان بادہ اور بادہ فروش
دوستی اب کہان ہی یارونکی — بیوفائی عیان ہی یارون کی
میل جول اب کہان ہین آپسمین — دوست بھی خصمِ جان ہین آپسمین
اتفاق اُٹھگیا زمانے سے — اشتیاق اُٹھگیا زمانے سے
اب کہان ہی کہو وہ ہمدردی — اب ہی باقی کہان جوانمردی
اب کہان وہ مروت و اخلاق — اب کہان مہربانی و اشفاق
وہ صفائی کہان رہی دل کی — آشنائی کہان رہی دل کی
ہی کہان آجکل وفاداری — ہر طرف پھیلی ہے زیانکاری
وہ عبادت کا اب کہان ہی شوق — معرفت کا کسے رہا ہے ذوق
کوئی کیا جانے فقر کا رتبہ — ہان مگر جھوٹ کرتے ہین دعویٰ
نہ توتو اگر کوئی نہ ہے تشاغل — ہوئے معبود سے سبھی غافل

دیداور فکر سے نہین سروکار　　زہد و تقوی نہین ہی اب درکار

کوئی کہدے مُراقبہ کیا ہے　　کوئی دیکھے مشاہدہ کیا ہے

کچھ فقیری نہین ہے موروثی　　رہگئی ابتو ساری سالوسی

اب کہان ہے کہو وہ اگلی بہار　　ہاے ساری خزان کے ہین آثار

ہاے کیسا اُجڑ گیا گلشن　　برق سے جل گیا بڑا خرمن

بادِ صرصر نے سب اُجاڑ دیا　　جو بنا کھیل تھا بگاڑ دیا

نہ وہ محفل ہی اب نہ وہ ساقی　　اِک خدا کا ہے نام بس باقی

دامنِ سبزہ جل کے خاک عیان　　وہ گریبانِ گل بھی چاک کہان

سوکھ کر ہوگیا چمن کانٹا　　اُڑ گئی گلستان سے بادِ صبا

عندلیبِ چمن ہے سینہ فگار　　پھوٹ کررو رہی ہی زار نزار

آشیانے کا کچھ نہین ہی پتا　　نظر آتا نہین ہے اک تنکا

باغ مین سرو ایک تنہا ہی　　وہ بھی بے برگ اور سوکھا ہے

ہی پسند اُسکو کُنج تنہائی　　مٹگئی اُسکی ساری رعنائی

نہ تو غنچہ نہ خار ہے نہ ہی پھول　　ہر طرف اُڑ رہی ہی خاک اور دُھول

کیا کہون مین کہ کیا زمانہ تھا　　جو طرف نغمہ تھا ترانہ تھا

دعا

ای خدا پھر چمن مین آئے بہار　　ہو موافق زمانہ لیل و نہار

تو ہے لیل و نہار کا خالق
تو ہے اس روزگار کا خالق

جسمین یہ انقلاب ہوتے ہین
آئے دن پیچ و تاب ہوتے ہین

نہ کسی چیز کو قرار یہان
نہ کسی شے کا اعتبار یہان

ہان یہ حادث ہین سب قدیم ہے تو
کَانَ مَا کَانَ کا علیم ہے تو

تیرے دربار مین آیا ہون
دادخواہانہ شکوہ لایا ہون

انقلابِ جہان کا شاکی ہون
جس پہ ہنستے ہین سب وہ باکی ہون

داد دے میری زار نالی کی
سُن لے فریاد خستہ حالی کی

یہی اہلِ کرم کا شیوا ہے
جن کا بندہ بھی نام لیوا ہے

جس کسی کو جو کچھ دیا وہ دیا
نام دینے کا پھر کبھی نہ لیا

جب کسیکو کبھی بناتے ہین
خاک مین خود نہین ملاتے ہین

گرچہ وہ سب ترے ہی بندی ہین
وہ بُرے بھی ہین تو بھلے تجھے ہین

أَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن تیری ذات
اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن تیری ذات

کیا گوارا کرے گی شان تری
کہ بنا کر بگاڑ ڈالے گی

اے خدا تو ہے اکرم واجود
تو ہی واحد ہے اور تو ہی صَمَد

رحم کر سب پہ اے خدای کریم
انقلابِ جہان سے دل ہی سقیم

بخشدے سب گنہ مِرے مولا
بے اثر جن سے ہوگئی ہی دعا

دل جو مضطر ہین اُنکو دی تسکین
سب کو کر اپنے رنگ مین رنگین

تازہ ہو جائین تو نہال چمن | رونق افزا ہو پھر جمال چمن
تیری رحمت کا پھر اُجالا ہو | تیرے بندون کا بول بالا ہو
تر و تازہ ہر اک گلستان ہو | رنگ و بو پھولون مین نمایان ہو
بال و پر دے تو عندلیبون کو | مال و زر دے تو ہم غریبون کو
شمع جو بجھ گئی ہے روشن ہو | محفلِ عیش پھر مزین ہو
جوڑ دے تو شکستہ ساغر پھر | دور مین آئے جامِ کوثر پھر
ذکر وردِ زبان ہو توبہ کا | مئے وحدت کا آئے سبکو مزا
دور مین آئے ساغرِ وحدت | حق نظر آئے ساری یہ کثرت
نہ کمی آئے نشہ مین دم بھر | منھ سے ہر دم لگا رہے ساغر
ہو شرابِ طہور سبکو نصیب | دید ورشن سے کر دے ہمکو قریب
ایسی کر دے عطا تو محویت | جوہر و عرض کی مٹے علت
اپنے بندونکی جلد لے تو خبر | مارے مارے پھرین نہ وہ گھر گھر
اپنے در سے پھرا نہ اُن کو تو | اوج سے یون گرا نہ ان کو تو
بے اثر کر نہ تو دعا میری | سُن لے فریاد اے خدا میری
انقلابِ جہان سے مجکو نکال | اب تو گرنے لگا ہون مجکو سنبھال
مین بُرا یا بھلا ہون جیسا ہون | ہان بہر حال بندہ تیرا ہون
لاج رکھ میری بندگی کی تو | میرے گلشن مین دے خوشی کی بو

محو کر دے تو اپنی الفت مین ۔ نہ رہون غیر کی محبت مین

شاد کو شاد رکھ تو رب عباد
بحق محمد و آلہ الامجاد

ظہور جناب منشی ظہور حسین صاحب لکھنوی تلمیذ حضرت اسیر

جو آج قتل کے میدان سے پانون ہٹ جاتے
حسام تنگ سے قاتل ہم آپ کٹ جاتے

ہم اکدم پئے نالہ کشی جو ڈٹ جاتے
فلک کے کان کے پردے تمام پھٹ جاتے

خدا بحق ہی بنا تا مین عمر بھر کا طوق
گلے مین ڈال کے بانہین وہ لپٹ جاتے

میان باغ جو چلتے وہ صورت مقراض
جو نونہال تھے کائی کی طرح چھٹ جاتے

ابھی نکرنی تھی تکلیف اے اجل کچھ دن
ہمارے کام جو ابتر تھے سب سمٹ جاتے

لکھا کے غیر سے بھیجا ہی میرے خط کا جواب
وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تو ہاتھ کٹ جاتے

وہ بحر حسن اگر تیغ لیکے آ پڑتا ہو
جو لوگ جمع تھے کائی کی طرح پھٹ جاتے

وہ آنکھ پھیرتے ہی عشاق کے پرے کے پرے
بصورت صف مژگان الٹ پلٹ جاتے

ہجوم دیکھکے کہنے لگی یہ تیغ اُن کی
حضور پہلے کچھ ان مین سے لوگ چھٹ جاتے

وہ سخت جان ہون کہ تلوار انکی مڑ جاتی
خدنگ ناز لگاتے تو سب اُچٹ جاتے

ظہور معرکۂ عشق مین بصورت تیغ
کہین یہ کاٹ مین بڑھتے کہین یہ گھٹ جاتے

چند ضروری قواعد

(۱) رسالہ تزک عثمانیہ بہ سرپرستی عالیجناب معلی القاب ہز اکسلنسی مہاراجہ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ جی سی آئی۔ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص شاد تلمیذ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمہ ہر ماہ ہلالی کے ہفتۂ اولی میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) عام رسالوں کی طرح اسکی سالانہ قیمت مختلف تعداد میں نہیں رکھی گئی ہے کہ عام امراء ۔ و ساہوکاران ملک سے علی قدر مراتب لیجائے بلکہ مذاق علمی میں آسانی و اضافہ کرنیکے لئے ایک قیمت رکھی گئی ہے یعنی (ع) سالانہ۔ علمی انجمنوں اور لائبریرین کو منجانب سرکار سر مہاراجہ بہادر و مضامین نگاروں کو منجانب مہتمم مفت دیا جائے گا۔

(۳) جواب طلب امور کے لئے آدھ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف۔

(۴) اگر کوئی صاحب از راہ عنایت اپنا کلام بھیجنا چاہیں تو اپنے نام و مقام کے پتے کے ساتھ ماہ ہلالی کی ۵ تاریخ تک خوشخط لکھکر بھیجیں۔

اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی مضامین ہوں۔ مذہبی مباحث یا پولٹیکل مضامین بھیجنے کی زحمت نفرمائیں جس مضمون کا طبع کرنا مناسب نہ سمجھا جائے گا وہ نہ طبع ہوگا نہ واپس۔

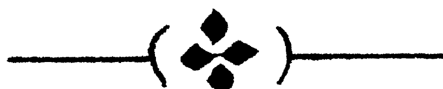
(۵) جملہ خط و کتابت وغیرہ ذریعہ مہتمم رسالہ تزک عثمانیہ ہونی چاہیئے۔

مہتمم رسالہ تزک عثمانیہ

جلد (۱۴) نمبر (۵)

تزک عثمانیہ

مورخہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ



۲۹
اُنتیسویں سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت قدر قدرت جہاں پناہ ظلِ سُبحانی
نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر جی - سی - ایس - آئی فرمانروائے
ملک دکن کی

مبارک یادگاریں

بہ سرپرستی عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت
جی - سی - آئی - ای پیشکار و سابق مدارالمہام سرکار عالی
تلمیذ حضرتِ آصف غفرانمکان

محبوب پریس علاقہ پیشکاری سے شائع ہوا

فہرست مضامین ترنگ عثمانیہ جلد ۳ نمبر ۵

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد

جتنے بہانتک غور سے دیکھا ہندوستان کی تاریخی دنیا میں شجاعت و جوانمردی کی تمام و کمال خوبیوں کا مستحق مہاراجہ شری رامچندر فرزند راجہ دسرتھ کے سوا کسی کو نہ پایا جو ہمارے تاریخی مضمون کا ہیرو ہو سکتا۔ اسلئے ہم اپنے مضمون کے میدان کو اپنے واجب التعظیم ہیرو کا زرنگار بنا کر ناظرین کو شجاعت اور معرکہ آرا جہاد کی شاندار تصویر دکھاتے ہیں۔

اصلی شجاعت انکی نفس کشی۔ حق پرستی۔ والدین کی اطاعت۔ بھائیوں کیساتھ ہمدردی۔ رعایا کیساتھ محبت۔ مظلوموں کی عدالت۔ مالک حقیقی کی رضاجوئی۔ تدبیر۔ تحمل۔ استقلال۔ عقل کی بالی

اور روحانی روشنی تھی - اگر ان خاص اوصاف سے ہمارا واجب الاحترام ہیرو متصف نہوتا تو بجز اسکے کہ جسطرح ایک پھلوان یا وحشی جاہل سپاہی کا تذکرہ چند روز تک افسانہ کی طرح زبان زد خاص وعام رہکر اپنی ہستی کو فنا کرکے تاریخی صفحات پر ایک پردہ ڈال دیتا ہے - انکی یادگار بہادری کا کارنامہ بھی نسیاً منسیاً ہوگیا ہوتا - مگر انکی شجاعت اور ان کے تمام اوصاف کمالیۂ انسانیہ کو تاریخیں اپنے صفحات کے دامن میں لئے ہوئے ان کے اثرات سے مذہب کو قوت دے رہی ہیں اور قیامت تک قوت دئے جائیں گی - دوست دشمن اپنے بیگانے ان کی ذاتی صفات پر متفق ہیں اسلئے میں خصوصیت کے ساتھ اس مضمون کے لئے شجاعان ہند سے کسیکو انتخاب کرسکتا تھا اور نہ میری سچی اور بے ریا عقیدت نے گوارا کیا کہ ایسے سورج بنسی کے چمکتے ہوئے آفتاب کو چھوڑکر کسی ذرّے کو آفتاب کا ہمسر مان لوں -

اب میں اپنے معزز ناظرین کو اپنے مضمون کی سیرگاہ میں وہ تصویر دکھلانیکی کوشش کرتا ہوں - جسکا نام "سری رام چندر جی کی بہادری" ہے - اگرچہ سری رام چندر جی کے بہادرانہ کارنامے تاریخ کے صفحات پر آفتاب کی طرح روشن ہیں اور اگر کوئی چاہے تو رامائن کے مطالعہ سے

دیکھ سکتا ہے کہ ایک بنی آدم نے اپنی قوت بازو کی بدولت ایک
حریف کے مقابلہ میں کس طرح جنگ کر کے کامیابی حاصل کی۔
اور یہی بہادری کہلاتی ہے۔ نہیں نہیں؟ بلکہ بہادری سے میری
مراد یہی نہیں ہے کہ ایک بہادر سپاہی دشمن کی فوجوں کے مقابلہ
میں سینہ سپر کھڑا ہے۔ لڑائی کا میدان دشمن کی فوج کی کثرت سے
نمونۂ میدان حشر اور خوف زدہ جرأت کا جولانگاہ بنا ہوا ہے
بہادر سپاہی نے بجلی سی چمکنے والی تلواروں اور سنگینوں کے دریا
میں غوطہ لگا کر دشمن کی فوج میں جا کر اپنے حریف کو اُسکے مقام پر
پہنچکر لوٹا اور دو چار حملوں میں اسکا کام تمام کر دیا نہیں ہرگز نہیں؟
اصلی شجاعت۔ حمیت۔ غیرت۔ رحم اور استقلال ہے جو
ہمارے مضمون میں سریرامچندر جی کی بہادری کا حقیقی مفہوم ہے
اس موقع پر جہاں ہم اُنکی حقیقی شجاعت پر روشنی ڈالنی چاہتے ہیں
تاریخی واقعات کا اظہار بھی مناسب سمجھتے ہیں جو دلچسپی سے خالی
نہیں ہے۔ علاوہ اسکے ہم معنوی نکات معرفت کو بھی کہیں کہیں
حسب ضرورت بیان کرینگے۔ جس سے یہ ثابت ہوگا کہ ہمارے
ہیرو نہ صرف ایک شجیع بہادر سپاہی بادشاہ تھے۔ بلکہ معرفت
اور حقیقت کی محفل میں بھی انکو بالانشینی کا درجہ حاصل تہا۔ اور

قدرت نے اِنکو (راج رشی) ہونے کا مرتبہ بخشا تھا۔
یہی ایک چیز ایسی تھی کہ جسکی بدولت قوت بشری سے زیادہ انکی روحانی قوت اور عرفان کی نیرنگیوں نے ایک عالم کو حیرت میں ڈالدیا تھا جسکا اثر ہمیشہ باقی رہیگا۔
ہمارا خیال اسوقت اُس مقدس سرزمین پر پہنچتا ہے جسے قدامت کی مذہبی تاریخ چترکوٹ کے پہاڑ کے نام سے یاد دلاتی ہے۔ ہمارا خیال اس مقام کو تاریخی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہاں کی سنہری مختلف قدرتی چیزوں کو اپنے دامن میں لیکر نظر کے سامنے کردیتی ہے۔ ان چیزوں کی ہسٹری بتاتا جاتا ہے۔ اور وہ گزشتہ سین خیال کے ذریعہ سے ہماری نظر میں پھر جاتا ہے۔
ہم دیکھتے ہیں کہ مہاراجہ رام چندرجی اپنے بہادر بھائی مہاراجہ لچھمن اور حُسن و عصمت کی دیوی وفادار بیوی مہارانی سیتاجی کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں کھڑے وہاں کے سبزہ زار کی بہار اور پھولوں کی تر و تازگی سے اپنے حق آگاہ دل کو تقویت دے رہے ہیں۔ اس دلکش مقام کے دلچسپ سین کی تصویر سے قدرت کی کرشمہ کاریوں اور کثرت میں وحدت کے جلوؤں کا اثر جو کچھ ان تینوں رہروان منزل طریقت و معرفت کے دلپر پڑرہا ہے اسکے بیان سے

ہماری قوّتِ ناطقہ معترفِ عجز ہے لیکن دیکھا گیا کہ یہہ تینوں مسافرانِ جادۂ کامگاری آگے بڑھے اور اُس مقام پہنچے جہاں سے ہمارے بہادر ہیرو کے بہادرانہ استقلال کا دور شروع ہو کر ہمارے مضمون کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

میں اون تمام واقعات کو قلم انداز کرتا ہوں جو اِن کو اس سفر کی ہر منزل پر پیش آئے۔ سری رام چندر جی کا بہادرانہ استقلال اور صبر و رضا کا درجہ انسانی قوت کے دائرہ سے کس حد تک گزرا ہوا تھا اور اپنی جوانمردانہ جراُت کا تاریخی دنیا کے دل پر کیسا گہرا نقش ڈالا تھا جسکو زمانہ اپنی ہزاروں برس کی رفتار میں بھی نہ مٹا سکا اور نہ قیامت تک مٹا سکے گا۔ نہیں نہیں ؟ میں غلطی پر ہوں کہ رام کی قوت کو انسانی قوت سے تشبیہہ دی بلکہ اُنکی قوّت جراُت و بہادری کا صرف اندازہ کرنا انسانی قوت خیال کی حد سے باہر ہے۔ بلکہ میں تو یہہ کہتا ہوں کہ اُنکے غلاموں کی قوّت کا انس و جن بھی ملکر اندازہ نہیں کر سکتے جسطرح قدرت نے مہاراجہ سری رام چندر کو باہمہ صفت موصوف کیا تھا۔ اسی طرح مہارانی سیتا کا جواب جگ میں دوسری کوئی مہارانی نہ ہوئی۔ ہنومان جی کو قدرت نے ایسے شجیع مخدوم کا خادم خاص طور پر پیدا کیا تھا جسکے زور و توانائی

اور روحی قوّت کا اندازہ کرنا محال ہے ۔ ہر چند رام رگھبر ہر چیز کی ماہیت اور ہر معاملہ کی حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے ۔ مگر چونکہ تابع مشیت تھے اپنے افعال واقوال سے وہی کام لیتے تھے جو مشیت میں مقدر ہو چکے تھے اور جنکے انصرام یا تکمیل کو قدرت نے سری رام چندر کی مصلحا نہ اقبال مندیوں پر منحصر رکھا تھا جس میں یہی راون کا بھی ایک معرکہ آرا معاملہ ہے جسکو ہم لکھ رہے ہیں اور جسپر سری رام چندر جی گویا معمور ہوئے تھے کہ ایسے سرکش اور گستاخ اور حق فراموش سے دنیا کی اسٹیج کو نہ صرف خالی کریں بلکہ قدرت کو یہ منظور تھا کہ اُنکی اُس دلی تمنا کو اس ذریعہ سے رامچندر جی پورا کریں ۔ جو ازلی آرزو تھی ۔ وہ کیا سری رام چندر جی کے ہاتھ سے شہادت کا مرتبہ پانا اور اُسکے اسباب بھی وہی ہوئے جن کا تعلق انسانی معاشرت سے ہوا کرتا ہے ۔ یعنی فسوں ساز راون مظہر اسرار قدرت کی وفادار بیوی کو جسکے جسم پر عصمت وعفت کا جامہ خیاط قدرت نے خود قطع کیا تھا جابرانہ فریب اور ظالمانہ مکر سے چُرا لے گیا ۔

سری رگھبر کی غیرت وحمیت نے جو شجاعت کے اسباب سے ہیں حرکت کی دریائے جلالت جوش پر آیا ۔ اگرچہ بلحاظ اسکے کہ مہاراجہ رامچندر چھتری ونس یعنی سپاہی نسل سے تھے ۔ اور راون برہمن تہا ۔ مہاراجہ

رامچندر جی کی فطرت میں قدرت نے رحم - کرم - ہمدردی - استقلال
اور روحانی روشنی ودیعت فرمائی تھی اور برہمن کو مذہبی عزت
اور بھگت کا مستحق گردانا تہا - اُسکا اقتضا یہ نہ تھا کہ راون کو قتل
کرکے مہارانی سیتا کو اُسکی قید سے رہا کرتے اور یہہ انکے نزدیک
کوئی مشکل بات نہ تھی - بلکہ تاریخی واقعات خود اس بات کی شہادت
دینگے کہ ایسے مواقع قبل از جنگ اور درمیان جنگ کے بارہا پیش آئے
کہ اگر سری رگہبر چاہتے تو بآسانی مہارانی سیتا کو لے آتے - مگر جس کام
کے انجام پر وہ مامور کئے گئے تھے اُسکا پورا کرنا اُن پر فرض تہا - اسلئے
اُنہوں نے راج نیتی کے قانون کو پوری طرح سے کام میں لاکر اپنے پیروں
کو سبق دیکر بتا دیا کہ راجاؤں کے لئے کیا کرنا چاہئے اور سپاہی کے
کیا فرائض ہوتے ہیں اور راج نیتی کسکو کہتے ہیں اسلئے ارادہ کرلیا کہ
دشمن سے اُسکے گہر پر جاکر انتقام لیں اور اس تمردی و سرکشی کی پوری
سزا دیں حلیم کا غصّہ تہا اور حلیم بھی اسرار حقیقت کا مظہر - ممکنات عالم
میں کون اس مجسم قہر کا مقابلہ کر سکتا تھا اور کون اس مصدر جبروت
قہار کے جلال کا متحمل ہو سکتا تہا چونکہ ہر حال میں تابع مشیت تھے
خدا پر بھروسہ کرکے چلے اثناء راہ میں سگریو سے (جو اپنے بھائی
کا ستایا ہوا مع اپنے خاص خاص دوستوں اور وفادار ملازموں

کے ایک پہاڑ کے دامن میں پوشیدہ زندگی بسر کرتا تھا) ملاقات ہوئی رامچندر جی نے جو درحقیقت قدرت کی طرف سے ناخدا ترس سرکشوں کی سرکوبی پر مامور تھے۔ اسکے بھائی (بال) سے دنیا کو خالی کر کے سگریو کو تخت و تاج کا مالک کیا۔ جوانمردانہ شجاعت کی یہ بھلی صفت تھی۔ کیا کوئی تاریخی زمانہ اس فیاضی کی نظیر ہمارے سامنے پیش کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں؟ گریو نے بھی اپنے محسن کا حق احسانمندی ادا کرنے میں کمی نہیں کی۔ ہنومان جی کو جانکی جی کی خبر لانے کے لئے مامور کیا اور اپنے بھتیجے انگد فرزند بال اور جامونت شاہ خراسان کو کہا ہنومان جی کی متابعت کرو۔

اب میں تمام واقعات کو پھر قلم انداز کرتا ہوں۔ سیتا جی کی اس حسرتناک اور دل دکھانے والی حالت کا اندازہ کرنا ہمارے خیال کی قوت سے باہر ہے۔ اب ہم ایک اور مقام پر پہنچتے ہیں۔ اپنے خیال کی آنکھوں کو کھولو اور دیکھو کہ ہنومان جی کے جان نثار دوست سیتا جی کی تلاش میں رات کے وقت لنکا میں داخل ہوئے ہیں اور ایک پہاڑ پر چڑھکر وہاں سے لنکا کے منظر پر ایک تفصیلی نظر ڈالی ہے آبادی۔ اور اسکی مرصع کاری کو حیرت کی نظر سے دیکھکر دل میں فیصلہ کر لیا کہ لنکا کو شہر کہنا جنت نہ کہنا مناظر قدرت نما

کی توہین کرنی ہے۔ تمام شہر آئینہ خانۂ قدرت ہے در و دیوار مینا کار ہیں غرضکہ جو ہے سو نگار۔ وہاں اُنھوں نے پشپک (جادو کا رتھ) دیکھا جسمیں دیوؤں کے بادشاہ کا محل ہے۔ اُس وقت کی وہ حالت جو ہنومان جی کو وہاں نظر آئی اسکے دکھانے کے لئے ہمارے قلم کی قوّت کفایت نہیں کرتی۔

نقارے جھانجھ اور بلبل کی آپسمیں میٹھی میٹھی خوشگوار آوازیں مِن پردوں کے بادل کی گرج کا دھوکا ہوتا تھا ہنومان جی کے کان میں آئیں کچھ دیر تک وہ کھڑے رہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھے یہانتک کہ انکی جوت سے چونک چونک پڑنے والی آنکھوں کے سامنے راون کی چمکتی دمکتی لمبی چوڑی گاڑی نمایاں ہوئی جو ایک سمت سے دوسری سمت کئی میل تک چلی گئی تھی اور اپنے مالک کی مرضی پر چلتی تھی سمندروں پہاڑوں پر اُڑی اُڑی پھرتی تھی۔ اُسکی اُونچی اُونچی شاندار محرابیں سونے کے ستونوں پر قائم تھیں اور ان میں بیچ سے اور بیچ رنگ برنگ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ جو پھلو بدل بدل کر مختلف رنگوں سے جھلملا اُٹھتے تھے رامچندر جی کی فوج کے اس حیرت زدہ سردار نے اس احاطہ میں ایک عالیشان محل دیکھا جو بہت وسیع اور نہایت ہی بلند تھا۔ جسمیں سونے اور

نیلم کے دروازے تھے ۔ اور چاروں طرف ہر قسم کی نظر فریب چیزیں سجی ہوئی تھیں ۔ دہی محل راکشسوں کے بادشاہ کا تھا ۔ اسکے طلائی برجوں میں لعل وگوہر نصب تھے ۔ ہر برج پر پھریرا لہرا رہا تھا ہر دروازہ پر ہزاروں دیووں کا پہرا ۔ انسان تو کیا انسان کے خیال کا بھی وہانتک گزر دشوار تھا ۔ ایک طرف شیاطین وجنات کا لشکر مسلح موجود ۔ ہنومان جی نے یہہ کیفیت اور یہہ سامان دیکھکر دل میں خیال کیا کہ یہاں تو خیال کی رسائی اگر دشوار نہیں تو آسان بھی نہیں ۔ مگر کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش پر گرویدہ ہونا اور پیش آنے والی دقتوں کو برداشت نہ کرنا پست ہمتی کی دلیل ہے ۔ اسلئے بہادر شجیع مخدوم کے جان نثار خادم نے اپنی ہمت کے قدم کو آگے ہی بڑہایا اور اپنے حسن تدبیر سے سیتا جی کی خدمت میں پہنچے ۔ تسلی آمیز کلمات سے مایوس وشکستہ دل جانکی جی کو اطمینان دلاکر راون کے باغ کا رستا لیا اس موقع پر ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں کہ جس جان نثار خادم نے اپنے حسن تدبیر سے مہارانی سیتا کی خدمت میں باریاب ہونے کا شرف حاصل کیا ۔ کیا اُسکے نزدیک مہارانی سیتا کو وہاں سے لیکر اپنے مخدوم اور محسن کی خدمت میں پہنچا دینا کوئی مشکل امر تہا ؟ نہیں نہیں مگر اس کارگزاری سے اُس انتظام قدرت میں خلل واقع ہونے کا پہلو نکلتا تھا ۔ جو

مقدر ہو چکا تھا چونکہ راضی برضا رہنا اور اُسکی بلاؤں پر صبر کرنا سری رگھبر کی خاص صفت تھی۔ اسلئے حسب تعلیم مہاراجہ رامچندر ہنومان جی نے تسلیم و رضا سے کام لیا۔ جہاں لاکھوں دیو شیاطین کا پھرا تھا اس نڈر بہادر نے رام کا نام لیا اور اسکے اندر پہنچکر اپنا خانہ باغ بنایا۔ میوہ کہانا شروع کیا۔ جب خوب سیر ہو چکا باغ کو اُجاڑا۔ درختوں کو جڑ سے اُکھاڑا۔ سڑکوں کو پامال روشوں کو برباد کیا۔ محافظین باغ کا ایک ایک تیا نچے میں کام تمام کیا۔ راون کے ایک بیٹے کو نہنگ اجل کے منہ میں پھینک دیا۔ راون کا دوسرا بیٹا میگہ ناد اپنی فسوں کاری سے ایک زنار لیکر ہنومان جی کے سامنے آیا۔ اور کہا کہ اگر تو برہمن کا معتقد ہے تو یہہ زنار گلے میں ڈال لے اُس فسوں ساز کا یہہ جادو ایک حد تک چل گیا۔ مکر کارگر ہوا۔ ہنومان جی نے اپنے مرشد کامل کے کام میں آسانی سے اپنا گلا بند ہوا دیا۔ ؎

از جاں چہ عزیز است بگو آں تبو بخشم

جب راون کے سامنے لایا گیا۔ راون نے بغیظ و غضب پوچھا تو کسکا فرمان بردار ہے کہ تو نے میرے تمام لشکر کو زیر و زبر کیا۔ میرے لہلہاتے باغ کو اُجاڑا۔ تجھکو جان عزیز نہ تھی جو یہہ گستاخی کی؟

ہنومان جی نے بکمال دلیری و استقلال جواب دیا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں سری رام چندر جی کا قاصد ہوں۔ اپنی گستاخی اور شوخ چشمی پر نظر کر کہ تو رام کی پیاری عفت کیش مہارانی کو چرا لایا میں انھیں کی جستجو میں سمندر پھاند کر یہاں تک آیا ہوں۔ جب تیرے لشکر نے مجھپر جفا کی تو مجھے چارہ نہ تہا کہ میں اپنے مرشد و ہادی کی بخشی ہوئی طاقت سے کام نہ لیتا۔ اور اپنی حفاظت نہ کرتا۔ اب بھی اگر تو اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو جانکی جی کو میرے ہمراہ کر دے کہ تیرا تخت و تاج قائم رہے ورنہ یاد رہے! یاد رہے!! کہ تیرا جاہ و حشم ایکدم میں فنا ہو جائیگا۔ اور تو اسطرح سے مارا جائے گا کہ تیری لاش پر زاغ و زغن گریہ کرینگے۔ راون اس چرب زبانی سے آگ بگولہ ہو گیا بغیظ و غضب دیووں کی طرف دیکھا اور حکم دیا کہ ابھی اسکو قتل کرو لیکن جسکو رکھے سائیاں واکو مار سکے نا کوئی۔ بمصداق

دشمن اگر قویست نگھباں قوی ترست

بھبیکن کی سفارش پر قتل سے تو باز رہا مگر حکم دیا کہ اسکی دم جلا دیجائے کہ بندر کو دم پیاری ہوتی ہے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ ہنومان جی نے جب دیکھا کہ ناریوں نے جلے دل کے پھپولے پھوڑنیکے پورے سامان کر لئے۔ زمین سے ایک جست کر کے بالائے ہوا جا کر

دُم ہلا کر تمام لنکا میں آگ لگا دی ۔ راون کے قصر کو خاک سیہ کر دیا
لنکا بھر میں کوئی گھر کوئی قصر کوئی باغ ایسا نہ تھا جو کرہ نار بن گیا ہو
ہزاروں جن شیاطین جسقدر پانی ڈالتے تھے تیل کا کام دیتا تھا
جب تمام شہر جل چکا تو سمندر میں آکر اپنی دُم کو ٹھنڈا کیا ۔ اور
ہنستا ہوا سیتا جی کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اب میں لنکا سے
روانہ ہوتا ہوں ۔ ممکن تھا کہ میں لنکا کو تاراج کر کے تمھیں رام
کے پاس لیجاتا ۔ مگر حکم نہیں ہے ۔

(ناظرین اس موقع پر اچھی طرح اس امر کو محسوس کر سکتے ہیں
کہ مہارانی سیتا کو اس قید مصیبت سے رہائی دینے کے لئے
ہنومان کو یہہ موقع نہایت آسان تھا مگر حق بین اور حق کی رضا
پر جان دینے والے محقق سری مہاراجہ رامچندر کی یہہ تاکید
تھی کہ ایسا نہ کرنے پائے ۔ کیا کوئی کسی بہادر کی ایسی بھی مثال
پیش کر سکتا ہے کہ اپنی ذاتی مصالح اور فوائد کو خدا کی رضا
اور مشیت پر چھوڑ کر تسلیم و رضا کے امتحان میں کامیابی حاصل
کرنے کے لئے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالکر قربت اور
خصوصیت کا مرتبہ حاصل کرے ۔

یہہ کہکر سمندر کے اس طرف آکر جامونت اور انگد سے ہم آغوش

ہوکر اپنے پادشاہ کے سلام کو گیا اور اُسکو ساتھ لیکر رامچندر جی کی خدمت میں بادب حاضر ہوکر تمام قصہ بیان کرکے رام رگھبیر کو آمادہ کیا کہ لنکا پر چڑہائی کریں۔ رام نے جاموننت اور سگریو کو حکم دیا کہ اپنا اپنا لشکر تیار رکھیں۔ سری رام چندر جی نے جس بیشمار فوج سے چڑھائی کی اور وہاں پہنچکر پہلے ہی حملہ میں اپنی قدرتی قوت سے راون کو شکست دی۔ اسکے صراحت کی زیادہ ضرورت نہیں۔

راون لنکا کے پھاٹک پر شکست کھا کے نہایت بدحواس ہوکر ٹوٹے ہوئے دل سے بھاگا۔ جسطرح وہ زخمی ہاتھی جو شیر کی جست کے سامنے گر پڑتا ہے۔ اور گھبرا کے چیخ اُٹھتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ شیر کے پھاڑ کھانے والے دانت ایسے ہوتے ہیں۔ یا اُس بڑے مہیب سانپ کی طرح جو چڑیوں کے بادشاہ کے پھڑ پھڑاتے ہوئے بازوؤں اور کینہ ور پنجوں کے نیچے پڑا ہو۔

تابڑتوڑ تیر جنکو رامچندر جی برسا رہے تھے انکی وجہ سے بڑا خوف اور اضطراب راون کے دل میں پیدا ہوگیا تھا۔ کیسے تیر جن کے گرد بجلی کے شعلے لپٹے ہوئے تھے بالکل اُن برہما کی تیروں کی طرح

جو دنیا کا خاتمہ کر دیا کرتے ہیں ۔ آخر وہ اپنے محل میں گیا ۔
اپنے سونے کے پاٹ پر تکیہ لگا کے بیٹھا اور غضب آلود شعلے برسانے
والی آنکھیں نیچی کر کے عاجزی اور ذلت کے لہجہ میں بولا ۔ دیوو؟
افسوس ساری محنت بیکار ہے ۔ کوئی نتیجہ نہیں میری ایک عمر کی
تپسیا سب اکارت گئی مجھے دشوار ہے کہ ایک آدم زاد سے
میں ڈر جاؤں ۔ مجھے دیوتاؤں کا قابو نہیں چلتا ۔ اندر نے مجھے
اپنا ہمسر مان لیا اور ایک آدمی سے ڈر جاؤں ۔ برہما کے وہ
الفاظ جن میں اُنہوں نے میری قسمت کی نسبت پیشین گوئی کی
تھی ۔ جنکو سنے بہت زمانہ ہوا ۔ اب افسوس میری روح
اُن الفاظ کو یاد دلاتی ہے ۔ اُن کے یہہ کلمات مجھے رہ رہ
کے یاد آتے ہیں ۔ مغرور اور خود فراموش دیو ۔ ڈرتا رہ ۔
ایک انسان کے ہاتھہ سے تباہ و برباد ہونے کا خوف ہر وقت
اپنے پیش نظر رکھ ۔
میری دعا اور میرے حکم سے تجھکو کوئی دیوتا ۔ کوئی فرشتہ ۔ کوئی
شیطان ۔ کوئی درندہ ۔ کوئی سانپ صدمہ نہ پہنچا سکے گا ۔ ان
سب سے تو محفوظ رہے گا ۔ ان کی قوت وطاقت سے تیری
زندگی کا طلسم نہ ٹوٹے گا ۔ فقط انسان کے مقابلہ میں تیری جان

محفوظ نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت موعود سر پر آگیا
اب سنو ہر سردار اپنے اپنے مقام پر دوڑ جائے چیدہ چیدہ سپاہی
ہمراہ لے اور شہر کے گلی کوچوں کی حفاظت کرے۔ دیوزاد دربانوں
کی طرح لنکا کی فصیل پر پہرا دیں اور کمبھ کرن جسکے سامنے دیوتاؤں
کی آنکھیں بھی خوف سے جھپک جاتی ہیں۔ اُسکو بیدار کرو وہ گہری
نیند میں غافل پڑا سوتا ہے۔ کئی مہینے سے نیند کے جادو میں مبتلا ہے
اور آزاد اور بیفکر ہو رہا ہے جاؤ اُسے اُٹھاؤ وہ ہمارا سب سے
بڑا جوانمرد اور سب سے بہتر مددگار ہے دشمنوں کو اُسکے سامنے
بہت جلد شکست ہو جائیگی۔ راکشس اپنے مالک کا حکم بجا لائے
اور ڈرتے کانپتے ہوئے اُسکی راج سبھا سے باہر ہوئے بہت سے
پھولوں کے خوشبودار ہار اور ناشتہ کے لئے خون کے بہت سے
ناندے اور گوشت کے بورے لیکر اُس غار کے قریب پہنچے جہاں
وہ مہیب دیو پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ یہہ غار اتنا بڑا تھا کہ
ہر طرف تین تین میل کا طول و عرض تھا مگر اسکی سانسوں کے جھونکے اسقدر
زور سے چل رہے تھے۔ کہ چند بہادر سے بہادر شخص بھی بڑی مشکل سے
اندر جاسکے وہاں جاکے دیکھا کہ وہ دیو ہاتھ پانوں پھیلائے ایک
بڑے بھاری پلنگ پر پڑا ہوا ہے۔ بھینس۔ سوؤر اور ہرن کا گوشت

جو اُسکی مرغوب غذا تھی اُسکے منہ کے سامنے بہت ڈھیر کر دیا۔ غار کو
بخوبی خوشبو دار ہواؤں سے معطر کر دیا۔
یہہ سب سامان کر کے خوبصورت ہاروں سے اُسکے مُنہ پر ہوا دینے لگے۔
سفید سفید اور شفاف سنکھ منہ سے لگا کے زور سے بجانے لگے اور
گانا شروع کیا۔ سارا غار دیوونکے راگ سے گونج اُٹھا۔ جب یوں
بھی خبر نہ ہوئی تو سب راکشس زور زور سے اپنے سینے کوٹنے
اور پیٹنے لگے اُن گھونسوں سے بادل کے گرجنے کی آواز پیدا ہوتی تھی اور
اُس غار میں ایک مہیب ہنگامہ مچ گیا۔ ڈھول نرسنگے اور قرنا کی آوازیں
زور و شور سے بلند تھیں۔ اسی کے ساتھ راکشسوں نے اپنی رجز
خوانی سے اور شور و غل مچا رکھا تہا۔ اُنکی سینہ کوبی اُسپر بھی طرہ تھی
یہہ آوازیں ایسی کرخت اور مہیب تھیں کہ چڑیاں مر مر کے ٹہنیوں پر
سے گر پڑیں مگر قیامت کی نیند سونے والے کنبہ کرن کے کان پر جوں
تک نہ رینگی اور آرام سے پانوں پھیلائے سویا کیا۔ آخران راکشسوں
نے بڑے بڑے سونٹے اور لٹھ ہاتھہ میں لیکر اور اُسکے سینہ کو جسپر
بالوں کا جنگل لگا تہا زور سے پیٹنا شروع کیا۔ اسکے علاوہ بڑی
بڑی چٹانیں اُٹھا اُٹھا کے اُسے مارنے لگے اسپر بھی اُس نے کروٹ
نہ بدلی اور نہ اُن لاٹھیوں کی چوٹ اور نہ اُن چٹانوں کی دہمک

اُسکو محسوس ہوئی ۔ مجبور ہو کے پھر سب نے ملکے ایک مرتبہ اور زور سے
سنکھ اور ڈہول وغیرہ بجانے شروع کئے اور زیادہ زنّاٹے سے موگریاں
چٹانیں اُسپر پڑنے لگیں ۔ اسکے علاوہ ہاتھیونکی چنگھاڑ اونٹ کے
بلبلانے اور گھوڑوں کے ہنہنانے سے بھی اُسکے جگانے میں مدد لیگئی
مگر اُسکی آنکھ نہ کھلنی تھی نہ کھلی پھر تو راکشسوں کو غصہ آیا صدہا گھڑے
پانی اُسکے سر پر ڈالدئے ۔ بڑہ بڑہ کے دانتوں اور پنجوں سے کان
اور بال نوچنے لگے ۔ کئی ایک لٹھ ایک میں ایک باندھکر اُسکے سر اور
منھ پر خوب خوب کوب کاری کرنے لگے ۔ جنگلی ہاتھیوں کو اُسکے
جسم اور ہاتھ پانوں پر دوڑایا ۔ اس غیر معمولی بوجھ سے کبنہ کرن
کی آنکھ کھلی ۔ اُس دیو نے اپنے بدن کو حرکت دی ۔ چونکا اور
ہوشیار ہوا ۔ زخموں اور مار کی گویا اُسے خبر بھی نہ ہوئی ۔ بھو کا پیاسا
ایک بے پروائی کی وضع سے جمائی لیکے اُٹھا ۔ اُسکا منھ بہاڑ یا دوزخ
کی طرح کھلا جسکے اندر لال لال جبڑوں کا رنگ ایسا سرخ تھا جیسے
آفتاب کالے پہاڑ کے پھلو میں چمک رہا ہو اسکی ہر چلتی ہوئی سانس میں
ایک گرج کی سی آواز تھی بعینہ جیسے وہ آندھی جسکے جھونکے پہاڑوں کو
ٹکراتے ہوئے آتے ہوں اُسنے ایسا مُنہ اُٹھایا جسمیں جہاڑ دکے ایسے
دم دار تارے کیطرح آنکھیں چمک رہی تہیں ۔ اسکی صورت سے موت

کی ہولناک صورت یاد آجاتی تھی اُسکو اس مہیب وضع سے کھڑا دیکھکے راکشسوں نے بھینس۔ سور۔ ہرن کے گوشت کے انبار کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی دیو نے گوشت خون اور شراب حلق تک ٹھونس لی۔ جب اُسے کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو دیوون کو اُسکے قریب جانیکی جرأت ہوئی سبھوں نے بڑھکے خوف و تعظیم سے سر جھکا دیا۔ کمبھ کرن کی آنکھیں جنہیں ابھی جاگ اُٹھنے کی وجہ نیند بھری ہوئی تھی نیلی پیلی تھیں۔ چاروں طرف منہ پھیر پھیر کے دیکھا اور رات کے رہزن راکشسوں کی طرف خطاب کرکے کہا تم سب نے مجھے کیوں جگایا؟ کہو راون خیریت سے تو ہے یا تمہیں کسی اور بات کا ڈر ہے کہ تمنے مجھے جگا کے تکلیف دی میری بات بگوش دل سنو۔ دیوونکا بادشاہ خوف سے کانپنے لگا۔ راکشسون نے واقعہ بیان کیا یہہ سنکر وہ میدان میں آیا اور مارا گیا۔ اب ہم یہہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ باوجود متواتر ناکامیوں اور پے در پے شکستوں کے جب پچھلی لڑائی میں مایوسی کے ساتھ راون میدان جنگ میں آیا ہے اُسوقت اُسکی کیا حالت تھی۔ میدانِ جنگ کس حالت پر تھا۔ اور لنکا کے ظالم حامی کس خیال میں تھے۔

راون نہایت ہی خونخواری کے جوش میں میدان جنگ میں لنکا

دیووں کی فوج کے سردار داہنے بائیں ہمرکاب تھے۔ وہ سب لوگ جیسے ہی اپنے شہر لنکا کے دروازہ سے گزرے ویسے ہی آفتاب دھندلا ہو گیا۔ ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ بادل گرج اٹھے۔ دہرتی دہمک اٹھی۔ خون کے مینھ کی جھڑی لگی۔ سر پر گدھ منڈلا رہے تھے۔ جنہوں نے اپنے پروں سے اسکے جھنڈے کو سرنگوں کر دیا تھا۔ اسکی رتھ کے نیچے زمین۔ پہاڑ۔ جنگل۔ غار۔ ندی۔ نالے۔ سب یک بیک لرز گئے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایسے قوی اور مہیب ہاتھ پانو کے ساتھ وہ کیونکر لڑا اور آخر اس لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ فریب اور ظلم کی سزا ضرور ملنی چاہیئے تھی جسکو خدا نے اسی پر منحصر رکھا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ راون مارا گیا دلکی امید بر آئی۔ اسکی لاش میدان رزم میں گری۔ اب اسکے بعد کیا ہوا۔ یہہ سین بھی در اصل جادو کا اثر رکھتا ہے۔

دیووں نے جیسے ہی دیکھا کہ ان کا سردار مارا گیا سب نے پیٹھ پھیر دی۔ میدان کو چھوڑ چھوڑ کے صفیں توڑ توڑ کے بھاگے۔ کوئی کسی پہاڑ کی طرف چلا۔ کسی نے جنگل کی راہ لی۔ کوئی کسی غار میں جاکر دبک رہا۔ بعض بدحواس ہو کے متلاطم سمندر میں پھاند پڑے۔ فاتح فوجکے زبردست اور خونخوار جوانمرد شیروں کی طرح ڈپٹے پھرتے تھے۔ اور وہ انکی عجائبات کو حیرت کی نظر سے

دیکھتے جاتے تھے۔ آٹھ پھاٹک سونے اور جواہرات سے جگمگا رہے تھے
آٹھ عجیب دیواریں جو اس دیوزاد اور راکشس کے قلعہ کو گھیرے
ہوئے تھیں۔ گنبد اور مینار جو آسیر چمک رہے تھے بالکل اُن
خوشنما بادلوں کی طرح جو آفتاب کی کرنوں سے چمک اُٹھتے ہیں
اور جو موسم خزاں میں اکثر آسمان پر دکھائی دیجاتے ہیں بھبھیشن
لاش پر کھڑا رو رہا تہا۔ اس موقع پر رامچندر جی نے جس رحم کا
برتاو کیا وہ حقیقت میں حقیقی رحم کی ایک مجسم تصویر تھی۔ یہہ
وہ شجاعت نہیں ہے جو ہر ایک بہادر سے ہوسکے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مہاراجہ رامچندر جی کی تو بیشک (سجے) ہوئی لیکن اب ہم کو
یہہ دکھانا باقی رہا ہے کہ سیتا جی عفت کی دیوی جس شجیع کی
مہارانی تھی اور جسنے تنہا دشمن کے گھر میں اپنی ہمت اور استقلال
اور پتی ورتائی کے زور اور شجاعت کی بدولت ایک زمانہ
گزارا۔ اُسکی مفارقت کا صدمہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر
مہاراج رامچندر جی کے لئے اُس پرماتما نے اِن مصائب کی برداشت
اور استقلال اور رضاجوئی کو مخصوص کردیا تہا۔ یہی اصلی شجاعت ہے
اور اسی کا نام مردانہ دلاوری اور بہادری ہے بہرحال جنکے لئے سیتا

بکھیڑا ہوا اُنکا کیا انجام ہوا۔ اور وہ اس قید سے کیونکر نکلیں اور
کسطرح اپنے شوہر سے ملیں۔ رام اُن سے کیونکر ملے۔ اس تصویر میں
ہمکو دو رُخی تصویر دکہانے کی کوشش کا فرض بجالانا ہے۔ اور
یہہ بتانا مقصود ہے کہ جسطرح شوہر شجیع اور بیمثل تہا ویسے ہی
یہہ پاکدامن بہادر بیوی بھی اپنی آپ نظیر تہیں۔ سیتاجی کی
عصمت جو اُنکی فطری صفت تھی۔ رامچندر جی کا استقلال اور
انہیں دو چیزوں پر مضمون کا خاتمہ ہے۔
سیتاجی کی پیاری خوشنما پلکیں شرم کے آنسوؤں میں تر بیں
نتحمند فوج کے حلقہ میں کھڑی ہیں۔ اتنی مدت کے بچھڑے ہوئے
شوہر سے چار آنکھیں کیں اور ملیں۔ رامچندر جی نے ان بیقرار
آنکھوں سے جو رونا چاہتی تھیں اور بار بار اُمڈی آتی تھیں دیکھا
مگر خاموش اور ایک سناٹے کے عالم میں اپنے مستقل اور فولاد
کے ایسے مضبوط ضبط سے کام لیا۔ دونوں تغیر کہائے ہوئے
دلوں میں دو قسم کے خیالات جوش مار رہے تھے۔ عشق اور
غرور خودداری اس بیکس کو زبان سے نکالنے کے لئے ایک لفظ
بھی نہیں ملتا تھا جو اپنے راجہ کے سامنے شرم اور اندوہ میں گنہگاروں
کے انداز سے کہڑی ہوئی تھی۔ اور بہادر شوہر کی زبان سے اپنی

اس رانی کے استقبال میں کوئی لفظ نہیں نکلتا جسنے ابھی رہائی پائی ہے اور جسکی پاک و صاف اور آبدار روح پر کبھی ملامت کا سایہ بھی نہ پڑا تھا۔ جسے دیوزاد کے ظالم ہاتھ اُسکے گھر سے کھینچ لائے تھے اور غمزدہ مظلوم قیدی بنا کے رکھا تہا۔ اُسنے صرف سری رام رگھبر کی خاطر سے اور اُنکی محبت کے جوش میں اتنی سخت آفتیں اور کڑی مصیبتیں سر پر لیں مگر جان نہ دی اور محض اُسکے درشن کے لئے زندہ رہی ہاں اے بہادرو؟ ذرا غور کرکے دیکھو کہ کیا تم میں سے جنکو آج کے روز اپنی بہادری اور مردانگی پر ناز ہے یہہ کہہ سکتے ہو یا کر سکتے ہو کہ سوتیلی ماں کے حکم کی تعمیل کرنے پر راضی ہو گئے۔ اور اپنا حق، راج پاٹ۔ حکومت سب اپنے بھائیوں کے حوالہ کرکے صرف اپنی ایک بیوی کے ساتھ بیک بینی و دوگوش راج تیاگ کرکے جوگ اختیار کیا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا اب ہے کہ اُس جوگ میں جو جو مصائب کھانے پینے اور آرام و آسایش کے معاوضہ میں نصیب ہوئیں اُنپر شاکر رہکر نعمت الٰہی کا سپاس گزار رہا۔ ابھی یہہ بپتا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اپنی عفت مآب بیوی مہارانی سیتا کی جدائی ناقابل برداشت مصیبت کو غیرتمندانہ مردانگی سے برداشت کیا

اگرچہ اس واقعہ کو ہزارہا برس ہوئے اور ہو جائینگے مگر ایسے راج رشی اور شجیع بہادر کا جواب ہونا محال نہیں ہے تو ممکن بھی کہنا انصاف کے خلاف ہے۔ بہرحال سیتا جی نے ایک مرتبہ اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور محبت کی نظر سے اپنے شوہر کو دیکھکر ایک چیخ مارکے پکار اُٹھیں۔ یہہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ سنگدلوں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے اور رِپا کبا نہ جانکی جی کا یہہ حسرت اور اندوہ سے بھرا ہوا عالم دیکھکر بڑے بڑے سورماؤں کے دل پگھل گئے۔ خود لچھمن جی اُبھر پڑنے والے جوش کو مشکل سے دبا سکے اور دیر تک اپنا حسرت آلود مُنہ گریبان میں چھپائے رہے آخر سیتا جی نے اپنی بے ضرورت اور بیوجہ شرم دور کی پاکدامنی اور عفت اُنکی قوت بازو اور مددگار تھی۔ سچائی اور راستبازی پر بھروسہ کرکے جس نے اُن کو ہر ملامت کرنے والے کی زبان سے بے پروا کر دیا تھا۔ اُنھوں نے اپنی آہیں روکیں۔ اپنی پُرنم اور آبدیدہ آنکھونکو خشک کیا آنسو پونچھہ ڈالے اور عفت اور تعجب کے جوش میں پیچ و تاب کھاکے اپنے شوہر کی طرف تیز چتونوں اور اُن آنکھوں سے دیکھا جو جھکنا جانتی ہی نہ تھیں۔ جب یہہ حال دیکھا

تو سری رامچندر جی نے اپنے فطری ضبط اور قدرتی استقلال سے
کام لیکر کہا "سیتا جی جسقدر مجھپر فرض تہا وہ پورا کیا۔ دشمن
پامال ہوا۔ میرے مضبوط اور قوی بازوں نے فتح حاصل کی۔
میں نے ظالم لٹیرے کو مار ڈالا۔ اسکی گستاخی اور دغابازی
کا بدلہ لیا۔ جو قسم میں نے کہائی تھی اور جو امر میں نے اپنے اوپر فرض
کر لیا تھا۔ آج اسکو پورا کیا۔ آزاد ہوں اور اپنا آپ مختار۔
اپنی عزت اور اپنے فرض منصبی کا اب اس سے زیادہ اور کچھ
تقاضا نہیں ہے۔ یہہ عجیب و غریب طلسم جو متلاطم اور زور و
شور سے چیخنے والے سمندر پر پہیلا ہوا ہے۔ توڑ دیا گیا۔ یہہ
دیووں کا سارا شہر جو بالکل دشمنوں کے خون میں رنگا ہوا ہے
یہہ بیشمار فوج جو ہمارے دوست اور ہمدرد سردار لائے۔
وہ عقلمند جو مشورہ دیتے تھے۔ اور کیسے بہادر جو ایسے دل سے
لڑتے تھے۔ کہ لڑائی کے ہچکولوں میں فوجوں کے ہنگامہ میں جھم
جھمری تک کا نام نہیں لیتے تھے۔ اس عظیم الشان محنت کا نتیجہ
آج ظاہر ہوگیا۔ اگرچہ مہاراجہ رامچندر جی سے محقق کو اپنی عفت
کوشش اور پتی ورتا مہارانی کی عصمت اور پاکدامنی پر کسی قسم کا
[illegible] طرح ہو سکتا۔ مگر معترض اور ناعاقبت اندیشوں کے

اطمینان کے لئے۔ قصہ مختصر مہارانی سیتا نے اپنے جسم خاکی کو
آگ کے سپرد کردیا۔ جیسے ہی سیتا جی آگ میں کودیں ویسے پتی
ورتائی اور راستی جو ان کی حفاظت کے لئے محافظ تھی وہ آگ
گلزار ہوگئی۔ اور ایشور کی دیا سے اُنکی عزت بچی اور اُنکا دامن
پاک اور بے لوث ثابت ہوا۔ اور معترض نے اپنی کوتہ اندیشی سے
توبہ کی۔ اس ضروری اظہار پاکدامنی کے نشان کے بعد مہاراج
رامچندر جی دوڑے اور اپنی وفادار بی بی کو گلے سے لگایا۔ کون
بی بی جو بے داغ پاک وصاف اور ملامت والزام سے محفوظ
ثابت ہوئی تھی اور پتی ورتائی جسکا دہرم تھا اور راستی جسکا دین اور
شوہر پرستی جسکا ایمان اور خداترسی جسکا مذہب ۔
سب دیوتاؤں نے مبارکباد دی ۔ آرزو برآئی ۔ دشمن ردہول
فتحمندی کا ٹیکا اُن کے ماتھے پر چمکا۔ اور دیوتا راضی ہوئے ایشور
کی دیا سے اُنھوں نے سب سرداروں اور بہادروں کو جو لڑائی
میں کام آئے تھے زندہ کر کے کھڑا کر دیا جب ان سب کاموں سے
فراغت ہوچکی تو رامچندر جی کی طلسمی اور قدرتی رتہہ بادلوں میں
ہوکر نندی گرام کی طرف اُڑی وہاں پہنچکے وہ اپنے وفادار اور
جان نثار بھائیوں سے ملے اور اپنے بالوں کی لٹوں کو کھولدیا و ناخن

چلکے اجودھیاجی میں پہنچے۔ اور اپنے پدر بزرگوار مہاراجہ دسرت کے پاٹ پر بڑی کامیابی اور عدل گستری کے ساتھ بیٹھکے راج کرنے لگے۔ نہ بیماری تھی نہ قحط تھا۔ رعایا شاد دشمن برباد خوشیوں کے ساتھ دولت کو روز افزوں ترقی تھی۔ امن و تندرستی کا ہمیشہ سایہ رہا۔ نہ طوفان کا خوف تہا نہ ڈاکوؤنکا کھٹکا۔ نہ آگ نے کبھی کسی ملک کو جلایا اور نہ سیلاب نے کبھی سلطنت کو ضرر پہنچایا۔ معلوم ہوتا تہاکہ مہاراجہ رامچندر جی کی سلطنت کو مبارک ثابت کرنے کے لئے دنیامیں ست جگ پہر پلٹ آیا ہے۔
معزز ناظرین آپ مجھے اسکا الزام نہ دیں کہ ایک مشہور متقدس اور تاریخی داستان کو خواہ مخواہ اسقدر طول دیکر ہمارا وقت ضائع کیا۔ مشک کا خاصہ ہے کہ جسقدر اسکو رگڑا جائے اُسکی خوشبو دماغوں پر قبضہ کرلیتی ہے۔ اسی طرح ان مذہبی اور متقدس داستانونکا حال ہے کہ جسقدر انپر گہری اور تنقیدی نظر ڈالی جاتی ہے اُسیقدر ان سے عمدہ اور مفید نتائج منتج ہوتے ہیں۔ بس اب اپنے معزز ناظرین سے **شاد** شادکام رخصت ہوتا ہے اور اُمیدوار ہے کہ اگر مصداق الانسان مرکب من الخطاء و النسیان کوئی امر فروگزاشت یا سہو اُمتروک یا خلاف واقعہ دیکھیں تو میری کم بضاعت علمی اور ایک سیدھے

سادے سپاہی کی بڑ کو قابل اعتراض نہ قرار دیں بلکہ معاف فرمائیں فقط

با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

شاد عفی عنہ

ثاقب قادری بدایونی المخاطب بہ امام الکلام پہلوان سخن

غزل

وعدوں میں صبح شام کے یوں دن گزر گئے | ہم لاکھ بار مر کے بنے جیکے مر گئے

شکل نسیم آپکے ناوک جدھر گئے | ٹکڑے دلوں کے صورت غنچہ بکھر گئے

سوتا وہ مجھکو چھوڑ کے دشمن کے گھر گئے | فتنے بھی آج کیا مری قسمت سے مر گئے

کہتی ہے اُن سے آئینے میں شوخی شباب | کسنے تمھیں اُبھار دیا۔ کیوں اُبھر گئے

صیاد لیکے دام و قفس دور جا بسے | صحن چمن میں اُڑ کے جو بلبل کے پر گئے

کیا جانے وقت جلوہ غریبوں پہ کیا بنی | دل سے بھی کچھ حواس مرے پیشتر گئے

یہ معجزہ ترا لب سوفار کم نہیں | برسوں کے زخم ناوک دلدوز بھر گئے

اے برق حسن! انکے سر الزام بیخودی | سجدے میں جو سمجھکے ترا سنگ در گئے

رندوں نے پست کر دئے ساقی کے حوصلے | سو بار دست ناز سے لیکر مکر گئے

کہتے ہیں ضعف میں تن لاغر سے چھٹکر وہاں | اس راہ سے عدم کو ترے ہم سفر گئے

ہے عندلیب فرشِ چمن ہمسے خوش نصیب
پھولوں کی چھاؤں میں تو دن اُسکے گزر گئے

شاید کسی کے نالۂ بیتاب تھے رقیب
کمبخت منہ لگاتے ہی دل سے اُتر گئے

کھٹکی جو دلمیں خارِ جنوں کی برہنگی
دامن کے پرزے جیب کے ٹانکے بکھر گئے

چپ چاپ ایک ایک کا منہ تک رہا ہوں میں
سرمہ کھلا کے بزم سے اہلِ نظر گئے

نبضِ رواں کی طرح تڑپتے ہیں ناتواں ہر نفس
اپنی جگہ سے جب نہ گئے دم توڑ کر گئے

صحنِ چمن ہے خون سے بلبل کے لالہ زار
صیاد جس روش پہ گئے گل کتر گئے

سب ہوگئے تن سیاہ تھے حسنِ شباب تک
سائے کا بھی پتا نہ چلا جب شجر گئے

غیروں کے دل نہ عقدۂ گیسو میں ڈھونڈئیے
جھونکے ہوا کے تھے اِدہر آئے اُدہر گئے

نظریں یہہ کہہ رہی ہیں نکلوائے جائینگے
تقدیر سے بہشت میں واعظ اگر گئے

اتنا ہی کہدے اُنسے کوئی قصہ مختصر
کل کوستے تھے آپ جنہیں آج مر گئے

تکبیرِ ذبح یاد نہ آئی جو رات بھر
وقتِ اذاں وہ مجھپہ چھری پھیر کر گئے

بیٹھے ہیں زیرِ سایۂ دیوار چھپکے ہم
دربان سے وہ پوچھ رہے ہیں کدھر گئے

جو دن کٹے وہ خوب کٹے انتظار میں
جو دم گزر گئے وہ غنیمت گزر گئے

تدبیر سے نہ کام چلا راہِ شوق میں
تقدیر آگے آگے پھری ہم جدھر گئے

چل پھر کے مثلِ رشتۂ سوزن [illegible]
لیکن خبر نہیں کدھر آئے کدھر گئے

کچھ راہ کوئے یار کی ہم سے پڑی نہیں
ہاں ہاں گئے۔ ضرور ترے نامہ بر گئے

پاسِ ادب یہہ کوچۂ سفاک میں رہا
عمرِ گریز پا کی طرح ہم اُدھر گئے

کیا حال پوچھتے ہو مریضان ہجر کا
نیچی نظر کے نیم اشاروں نے جان لی

بس یہہ سمجھ لو شام گئے اور سحر گئے
یہہ چھوٹے چھوٹے تیر بڑا کام کر گئے

ثاقب قضا۔ قضا نہ ہوئی۔ دلگی ہوئی
محبوب خوش ادا کوئی دیکھا کہ مر گئے

از نتیجہ فکر عابد مرزا صاحب ریختی گو تخلص بیگم لکھنوی

ریختی

جان اگر ہے جانیوالی جائیگی
بات تو اُنکی نہ ٹالی جائے گی

آنکھ اس جوبن پہ ڈالی جائیگی
اچھی صورت دیکھی بھالی جائیگی

گھر سے جو رو تو نکالی جائیگی
کوئی بازارن بلالی جائے گی

آہ میری یوں نہ خالی جائیگی
سوت سر مونڈی نکالی جائیگی

آنکھ نرگس پر جو ڈالی جائیگی
شاخ پھر کوئی نکالی جائے گی

خوب مہندی جب رچالی جائیگی
پھر نہ ان ہاتھونکی لالی جائیگی

مجھسے اپنے آپ جلتی ہے سجلے
وہ موئی دوزخ میں ڈالی جائیگی

میں لکھے دیتی ہوں اب رو کو زباں
دور تک دیکھو یہہ گالی جائیگی

کالا منہ کر کے نکل جائے گی سوت
ایسی تدبیر اب نکالی جائے گی

ایک سی میری تمھاری گات ہے
ایک ہی سانچے میں ڈھالی جائیگی

ہائے کیا انگیا ہے نِک مُسک سے درست
یہہ تو چپکے سے اُڑا لی جائے گی

جب کہونگی اُنسنے کچہ مطلب کی میں
بات میں بات ایک نکالی جائے گی

بہاگ جائیگی یہہ جب ہوگی جواں
چھوکری مجھ سے نہ پالی جائیگی

ہے گرستی زندگی کے دم کیساتھ
یہہ پیالا اورنہ پیالی جائے گی

یارکی تصویر کہنچی تو بوا ۔ ؛
حشر کے دن جان ڈالی جائیگی

میرے گھر میں آ تو جائیں پیارخاں
یہہ ستاری بھی بجالی جائیگی

جب گذر جاؤنگی اپنی جان سے
جب حکیمن سے دوا لی جائیگی

یہ تو ہے باریک موٹی گو نج ہے
کان میں کسطرح بالی جائیگی

لو زباں مُنہ میں مگر چوسو نہ ہونٹ
چھوٹ سب پانونکی لالی جائیگی

اب جواں ہونے کو آئی چھوکری
کب تری یہہ لاو بالی جائیگی

دیکھوں دو لہا کیا اُسے دینے نیگ
مانجہ لیکر چھوٹی سالی جائیگی

طوق تو میرا چرا کے لے گئی
ایک دن بیڑی بھی ڈالی جائیگی

دلیں بیشک تیرے ہے مجھسے دغا
کیا کہٹک دلکی یہہ خالی جائیگی

پان کیوں تونے سحر کو کھا لیا
اب بھلا ہونٹونکی لالی جائیگی

سب مزے ہیں چار دنکے اری میاں
ساتھ گوری اورنہ کالی جائیگی

اک ذراسے گندے پانی کیلئے
توبہ توبہ توڑ ڈالی جائے گی

چھوڑ کر بچی کو گرچنڈو گئی ۔
تین دن میں وہ ہلالی جائیگی

جاؤ اُس کالی بلا کے گھر میں تم
دیکھنا افیون کھالی جائے گی

ہے یہی انگیا کے کُرنے کا سبب
آنکھ نامحرم پہ ڈالی جائے گی

آئے دن کا خرچ ہے سر پر مرے
عید آئیگی دوالی جائے گی

مردوا پیچھے پڑا ہے دھو کے ہاتھ
یہہ بلا سر سے نہ ٹالی جائے گی

گھورنے پر بھی مرے ریجھا نہ وُہ
آج کی بھی چوٹ خالی جائیگی

اُسکو بہنوی سے آتا ہے لحاظ
سامنے کسطرح سالی جائیگی

عشق میں عزت بھلا کیا چیز ہے
اونے پونے بیچ ڈالی جائیگی

لونگی چنی لال سے چنپہ کلی
جوہری کو جب دکھالی جائیگی

جھانکتی ہے تاکتی ہے راتدن
آنکھ نرگس کی نکالی جائے گی

یاد فرمائینگے بیگم کو حضور
ریختی میری نہ خالی جائے گی

چند ضروری قواعد

(۱) رسالہ ترک عثمانیہ بہ سرپرستی عالیجناب معلیٰ القاب ہز اکسلنسی راجۂ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ جی سی۔آئی۔ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمہ ہر ماہ ہلالی ہفتہ اولیٰ میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) عام رسالوں کی طرح اسکی سالانہ قیمت مختلف تعداد میں نہیں رکھی گئی ہے کہ عام امراء و رؤسا و والیان ملک سے علی قدر مراتب لیجائے بلکہ مذاق علمی میں آسانی و اضافہ کیلئے صرف ایک قیمت رکھی گئی ہے یعنی (۲) سالانہ علی الخصوص لائبریریوں کو منجانب سرکار مہاراجہ بہادر اور مضامین نگاروں کو منجانب مہتمم مفت دیا جائیگا۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے آدھ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہئیے ورنہ جواب نہ آنیکی شکایت معاف

(۴) اگر کوئی صاحب ازراہ عنایت اپنا کلام بھیجنا چاہیں تو اپنے نام و مقام کے پتے کے ساتھ ماہ ہلالی کی ۱۵ تاریخ تک خوشخط لکھکر بھیجیں۔

اخلاقی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ مضامین ہوں۔ مذہبی مباحث یا پولیٹیکل مضامین بھیجکر زحمت نفرمائیں۔ جس مضمون کا طبع کرنا مناسب سمجھا جائیگا وہ نہ طبع ہوگا نہ واپس۔

(۵) جملہ خط و کتابت وغیرہ ذریعہ مہتمم یا ایڈیٹر رسالہ ترک عثمانیہ ہونی چاہئیے۔

مہتمم رسالۂ ترک عثمانیہ۔

تزک عثمانیہ

جلد ۳ نمبر (۲)

رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

اُنتیسویں سالگرہ مُبارک اعلحضرت قدر قُدرت جہاں پناہ ظلِ سُبحانی
نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر ۔ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی
فرمانروائے ملکِ دکن

کی

مبارک یادگاریں

بہ سرپرستی عالیجناب راجۂ راجایاں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت
جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی
تلمیذ حضرتِ آصف غفران مکان

محبوب پریس علاقہ پیشکاری سے شائع ہوا

فہرست مضامین ترک عثمانیہ جلد (۴) نمبر (۳)

رسالہ

تزکِ عثمانیہ

بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ

جلد (۳) نمبر (۲)

انتیسویں[۲۹] سالگرہ مبارک اعلحضرت قدر قدرت جہاں پناہ ظلِ سبحانی نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر جی سی ایس آئی فرمانروائے ملک دکن کی

مبارک یادگاریں

بہ سرپرستی عالیجناب راجۂ راجایاں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی تلمیذ حضرتِ آصف غفرانمکان

محبوب پریس علاقہ پیشکاری سے شائع ہوا

فہرست مضامین ترک عثمانیہ جلد [illegible]

ایک اشرفی کی آپ بیتی سرگذشت

(۱)

معزز ناظرین! ایک دن مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں سوتے سوتے
یکایک جاگ اٹھی ہوں یا یہ کہ شاید میرے مردہ جسم میں دفعتہً جان آگئی ہے
مگر یاد رکھئے کہ اس وقت یہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں میں نے اب سمجھا ہے ورنہ
اُس وقت نہ تو میں زندگی اور موت کی حقیقتوں سے آگاہ تھی نہ یہ جانتی تھی
کہ سونا جاگنا کس جانور کا نام ہوتا ہے۔
غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اپنی ہستی کا احساس کیا اور میں خیال کرتی
ہوں کہ ان چند ناخوشگوار لمحوں کی عجیب اور ناقابل بیان کیفیت میرے
دل سے قیامت تک محو نہ ہو سکے گی کیونکہ اُس وقت میں ایک ایسے نقطے پر
تھی جو خطوط فنا اور بقا کے عین وسط میں واقع تھا یعنی جس پر سے آئندہ مجھے
گذرنا تھا۔
بقا (زندگی) جس کے لئے دیکھا جاتا ہے کہ ہر شخص مر رہا ہے اِس سے

میرے سامنے آئی اور بڑے تپاک سے سلام کرکے کہنے لگی کہ مجھے "اُمید" کہتے ہیں اور میں نے آپ کی غمگساری کا فرض اپنے ذمہ لیا ہے۔ اُس نے مجھے ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

کا منتر یاد کرایا اور میری بہت کچھ تسلّی کی جس سے ذرا مجھے بھی ڈھارس بندھی اور میں نے ہمّت باندھکر کہا۔ ہرچہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم۔

(۲)

سورداس جی سے کسی نے پوچھا کہ مہاراج سوتے ہو یا جاگتے؟ آپ نے جواب دیا کہ ؏ خوشحال کسانیکہ بہرحال خوش اند۔ جواب معقول تھا کیونکہ سورداس کے حق میں سونے اور جاگنے کی حقیقت یکساں تھی۔ یہ قصّہ مجھ سے بی قناعت بیگم نے بیاں کیا تھا کیونکہ یہ بی بی ان دنوں اکثر آیا جایا کرتی تھیں۔ آپ نے مجھے یہ نصیحت بھی کی تھی کہ امید کی بھینس پاڑھا جنا کرتی ہے اور مجھے بھی ان کے قول پر اعتماد آگیا کیونکہ بی امید تو بیچاری اپنی ذات سے بڑی نیک اور شریف بی بی تھیں مگر ان کے صاحبزادے مسٹر انتظار بڑے

کپوت ثابت ہوئے۔مین بھی ان سے سخت تنگ آگئی تھی۔غرضیکہ مجھے
یہ تو معلوم نہین کہ اِس تاریک قبر مین مجھے کتنے دن۔ ہفتے مہینے اور سال
گذرے۔ نہ بقول سوروا س مین نے اس کے دریافت کرنے کی
کوشش کی کیونکہ اُن دنون بی حیرت بھی امریکہ تشریف لے گئی تھین
اور چونکہ وہان کسی سائنٹیفک مسٔلہ کی تحقیقات مین اُن کی شہادت
مطلوب تھی اسلئے وہ بہت عرصہ تک وہین نظر بند رکھی گئین۔مگر اس مین
شک نہین کہ یہ طولِ مُدت بی قناعت کی رفاقت مین آسانی سے گذر گئی
البتہ کبھی کبھی کہین کہین فاصلہ پر دھماکہ کی آوازین کان مین پڑکر خلش کا
باعث ہوا کرتی تھین اور معلوم ہوتا تھا کہ رفتہ رفتہ قریب تر ہوتی جاتی
تھین۔مگر میری بلا کو غرض پڑی تھی کہ انکا کھوج لگاتی یا لوٹ لیتی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بڑے زور سے ایک دھماکہ سُنائی دیا
اور جب مین نے آنکھین کھولین تو کچھ روشنی سی بھی نظر آئی۔مین سمجھی
کہ شاید صبح ہوگئی ہے۔پرندون کے چہچہانے کی آواز بھی سُنائی دی
مگر میرا خیال غلط نکلا۔یہ آواز پرندون کی نہ تھی۔بلکہ آگے چل کر انہین کی
بات چیت سے معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ انسان ہین۔

ناظرین آپ **بی بی امید** سے تو یقیناً واقف ہون گے یہ بیگم
بڑی علامہ ہین۔خصوصاً موٹر ڈرائنگ کے فن مین انہین خوب مہارت ہے۔

کسی مشہور کالج مین پروفیسری بھی کر چکی ہین۔ انہون نے مجھے ایک دن موجودات عالم کا خیالی نقشہ کھینچکر بتلایا تھا۔ چنانچہ اُسی دن پہلی مرتبہ مین نے حضرتِ انسان کے درشن کئے۔

اتفاقاً اُس وقت بی حیرت موجود تھین بھلا اس موقع پر ان سے کیون نچلا بیٹھا جاتا۔ آپ نے مجھے چڑھانے کے لئے آہستہ سے چٹکی لی۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ مگر اُس دن جب مین نے یہ سُنا کہ یہ لوگ انسان ہین فوراً آنکھ کھول کر دیکھا۔ اور اپنی سابقہ یادداشت سے کام لیا۔ واقعی یہ لوگ تھے تو انسان ہی مگر مختلف وضع قطع کے تھے۔ اور اکثر ان مین ایسے تھے جن کی صورتین ڈراونی تھین۔ چنانچہ مین نے مارے ڈر کے آنکھین بند کر لین۔ اس وقت بی امید نے ایک گیت چھیڑا۔ غالباً یہ اُن کی دل لگی تھی۔ ناظرین جانتے ہون گے کہ ان کے مزاج مین چھیڑ چھاڑ بہت ہے۔ اور ہم سِنون مین تو ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ یہ گیت میرے حسبِ حال تھا اور مجھے اس مین کچھ لطف بھی آیا۔ مگر آپ جانتے ہین حُب الوطنی کا خیال ہر شخص مین قدرتی ہوتا ہے۔ وطن چھوڑنے کا نقشہ آنکھون مین پھر گیا ہی تھا کچھ ایسا دکھ محسوس ہوا۔ کہ ڈبڈبا گیئن اور چھاتی بھر آئی۔ وہ گیت یہ تھا۔

بہت رہی بابُل گھر دولھن چل تو سے پیا نے بلائی

۳

گذشتہ شب میری زندگی کی پہلی شب تھی۔ کہ قبر کی قیامت زا تاریکی اور ناگوار تنہائیون نے میرا پیچھا چھوڑا۔ اور ایک خوش نصیب شہزادی کی طرح گویا مین اپنی شاندار تخت پر آرام سے لیٹی رہی۔ مجھے کسی قسم کا خوف بھی نہ تھا۔ کیونکہ ہزارون مسلح سپاہی میرے اردگرد پہرہ چوکی دے رہے تھے۔ طلایہ گشت لگا رہا تھا۔ اور مین تھی کہ وسیع آسمان کی گوناگونیون اور ستارون کی جھلملاہٹ کو حیرت انگیز نگاہون سے دیکھتی اور چاند کی روشنیون سے جو میرے صاف اور مجلے سینہ پر کھیل رہی تھین یہ دل بہلا رہی تھی۔

خدا شاہد ہے کہ رات بھر پلک سے پلک نہ لگی ہوگی۔ مگر صبح ہوتے ہی بادِ صبا نے کچھ ایسا منتر پھونک مارا کہ ذرا جھپک ہی گئی۔ مگر اس میٹھی نیند کی عمر کوتاہ تھی اور اس کا اختتام ایک ایسی تازہ مصیبت کے آغاز سے متوصل تھا جو کبھی ختم نہ ہونے والے غم و اندوہ کی زنجیر کی پہلی کڑی تھی۔

مین نے حیرت سے دیکھا کہ جس طرح کسی خوفناک جنگل مین خونخوار بھیڑیون کا گروہ کسی بیچارے یکہ و تنہا مسافر کو تکا بوٹی کرنے کی غرض سے گھیر لیتا ہی۔ ایک سنگدل جماعت نے مجھے آن گھیرا۔

کون یقین کرسکتا ہے کہ یہی حضرتِ انسان جن کا دعویٰ ہے کہ رحم اور انصاف کے اوتار ہین۔ میرے حق مین اس طرح ظلم اور جبر کرینگے۔ اور کسی بیچارے ناکردہ گناہ کی چھاتی پر خواہ مخواہ کودون دلین گے۔

ان کے ہاتھون مین بھاری بھاری اوزار تھے جو میرے نازک سینے مین بیرحمی سے دھنسائے گئے۔ میرا عضو عضو کاٹا اور ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ یہانتک کہ اس ناقابل برداشت صدمہ سے مین بیہوش ہو گئی۔ مگر مین نے سُنا کہ اُس وقت بی غفلت نے بہت کچھ میری تیمارداری کی۔

دوسرے دن جب مجھے ہوش آیا تو یہ دیکھکر کہ میرا خیمہ بڑے بڑے رنگدار ٹھون مین لدا ہوا ایک طرف جارہا ہے۔ میرے جسم مین رعشہ آگیا اور اس خیال سے کہ مطبخ مین پہنچتے ہی کباب سیخ بنائی جاؤن گی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ مگر ایک بات جس سے میرے پُر درد دل کو کسی قدر تسلّی ہوجاتی تھی یہ تھی کہ میرا جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکالا گیا تھا۔

غالباً ۲-۲۵ گھنٹون کی لگاتار مسافت طے کرنے کے بعد مین

منزلِ مقصود پر پہنچی جہان شور و غل کے علاوہ دھما دھم کی آوازون سے کانون کے کیڑے جھڑے جاتے تھے۔ یہان پہنچتے ہی پہلے مجھے نہلایا دُھلایا گیا یعنی جو کچے کنکر مٹی وغیرہ (میرے بچپن کے دوست) ہموطنی کے جوش مین میرے ساتھ لگے لپٹے چلے آئے تھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گئے مین سمجھی کہ شاید یہہ جنازہ کا غسل ہے مگر جب مجھے بڑی بڑی کڑاہیون مین ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا گیا۔ تو مجھپر نزع کی حالت طاری ہوگئی۔ اور مین شدتِ کرب سے چیخین مار مار کے بیہوش ہوگئی۔

بی بی غفلت کا خدا بھلا کرے۔ آڑے وقتون مین یہہ بیچاری اکثر میرا ساتھ دیا کرتی ہین انہون نے مجھے اپنی گود مین اٹھا لیا۔ یہانتک کہ اسی عالمِ غشی مین جب مین پانی پانی ہوگئی تھی۔ اور جبکہ مجھے ایک عجیب قسم کی خوشنما ٹکیون کی شکل مین ڈھالا جا چکا تھا۔ جو غالباً ایک ایک تولہ کی ہونگی۔ یہہ نیک بی بی میری خبر گیری کرتی رہین۔

قصہ کوتاہ ایک طویل بیہوشی کے بعد مین نے دیکھا کہ ایک خوشنما میز پر پڑی ہوئی ہون۔ جسکے ارد گرد بہت سے آدمیون کا مجمع ہے۔ اور آنکھین سے ہر ایک مجھے گھور رہا ہے مین خیال کرتی ہون کہ اسوقت انکے دلون مین میرے لئے بہت پیار تھا۔ دوسرے لفظون مین انکے دل میرے عشق و محبت کے مخزن بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ مین نے بھی ایک انگڑائی لی۔ اور کیون نہ لیتی

منزل مقصود پر پہنچی مگر راستے مین ایک شخص سے نہ رہا گیا اُسنے اپنی کمر سے ہمیانی کہولی اور کوئی پچیس تیس روپیہ میز پر رکہکر مجہے اُٹہا لیا۔ اب مین اُسکی جیب مین تھی۔

یقین مانئے کہ یہ حرکت مجہے سخت ناپسند آئی۔ بہلا خیال تو فرمائیے کہ ایک شریف آدمی کے لئے یہ کب زیبا ہے کہ گھر گرست بی بی کے ساتھ ایسی بدتہذیبی سے پیش آسے۔ مجہے اپنے ہم چشمون مین کتنی خفت ہوئی ہوگی۔ باقی آیندہ۔

بھیرون پرشاد قابل

بھرام گور

یزدجرد ساسانیون مین تیرہوان تاجدار تھا چونکہ اول درجہ کا ظالم تھا لہذا عربون نے اسکو اثیم کا خطاب دیا تھا چونکہ ظالم کبھی پہولتا پہلتا نہین ہے اسوجہ سے اسکی بھی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی اور عموماً خوردسالی مین بچے مثل کلیون کے مرجہاکر رہ جاتے تھے۔ جب اسکا بیٹا بھرام پیدا ہوا تو یہ بہت خوش ہوا اور دربار کے منجمون سے جن کا نام سروش اور ہوشیار تھا زائچہ بنوایا انھون نے پیشین گوئی کی کہ یہ صاحب تاج وتخت ہوگا۔ مگر مداین اسکو راس نہین ہے۔ عرب کی سرزمین پر یہہ نہال بارآور ہوگا

چنانچہ یزدجرد نے نعمان بن منذر بن عمرو بن عدی کو جو حیرہ کا فرمانروا
اور سلطنت عجم کا ماتحت تھا بلایا اور بہرام کو سپرد کر کے حکم دیا کہ "اس
بچہ کی پرورش ایسے مقام پر کیجائے جو آب و ہوا کی لطافت مین ضرب المثل ہو
اور اُسکی سکونت کے واسطے ایسے دو محل بنوائے جائین جنمین دلچسپی کے
پورے سامان ہون" چنانچہ نعمان نے بغرض سکونت ایک محل بنوایا
جسمین تین گنبد تھے اور اس مناسبت سے اسکا نام سہ دیر (معرب سدیر)
رکھا اور دوسرا محل کھانا کھانے اور معمولی نشست و برخاست کیلئے بنایا
اور اسکا نام خوردن گاہ (معرب خورنق) قرار پایا ان محلون کا معمار اور
مہندس سنمار رومی تھا خوردن گاہ (خورنگاہ مخفف) مین حیرت انگیز صنعت
یہ تھی کہ وہ طلوع آفتاب کے وقت سفید چاشت کے وقت سرخ۔ دوپہر
کے وقت سبز غروب آفتاب کے زرد ہوجاتا تھا اور رات کو مثل مہتاب
کے چمکتا تہا۔ نعمان نے سنمار کو بہت بڑا صلہ دیا۔ چونکہ یہ انعام اسکے
اندازہ سے بہت زیادہ تھا لہٰذا اُسنے کہا کہ مین ایسا مکان بھی بنا سکتا ہون
جو سورج مکھی کی طرح آفتاب کے ساتھ چکر لگاتا رہے۔ نعمان نے اس خیال
سے کہ اگر ایسا مکان تیار ہوگیا تو خورنگاہ کی عدیم المثالی مین فرق آجائیگا
لہٰذا اسنے سہ دیر کی چہت سے سنمار کو گرا دیا اور وہ مرگیا۔ عربی۔ فارسی
علم ادب مین سہ دیر اور خورنق کے حوالے بکثرت آتے ہین چنانچہ

سلمان ساوجی کہتا ہے ۔ ؎

خورم تراز خورنقی وخوشتر از زبسدیر
وانگہہ برین سخن درو دیوار تو گواہ

غرضکہ تین معلمون کی اتالیقی مین بھرام نے دس برس کی عمر مین فارسی عربی ۔ ترکی مین کمال حاصل کیا اور شکار و شہسواری مین بھی جو عرب کا حصہ ہے کامل مہارت حاصل کی ۔ اور نعمان نے اوسکو ملک ایران کی تاریخ اور خاندانی حالات سے بھی واقف کردیا تھا لیکن یزدجرد کے مرنے پر ارکان دولت نے ایک دوسرے شہزادے کو جسکا نام کسریٰ تھا اور جو خاندان اردشیر بابکان سے تھا تخت نشین کردیا ۔ لیکن بھرام نے ایک سخت امتحان کے بعد کسریٰ سے تخت چھین لیا ۔

بھرام شکار کا بڑا شایق تھا اور گورخر کا خاصکر شکار کرتا تھا اسوجہ سے بھرام گور مشہور ہوا ۔ قوت کا یہہ عالم تھا کہ ایکبار شیر نے گورخر شکار کیا لیکن بھرام نے ایسا تیر مارا جو دونون کو نشانہ کرتا ہوا زمین مین پیوست ہوگیا ۔

راست روش اسکے وزیر کا نام تھا جو خاقان چین مسمیٰ ریڈھی سے ملگیا تھا لیکن بھرام نے ایک حکمت عملی سے خاقان کو گرفتار کرکے اپنے ہاتھ سے بمقام مرو قتل کردیا ۔ خاقان نے ۲½ لاکھ فوج سے براہ ترکستان خراسان حملہ کیا تھا ۔ لیکن بھرام نے بمقام کرکان جب خاقان پر چھاپا مارا ہے اُسوقت

تیرہ سو سوار ہمراہ تھے فتح کے بعد بھرام دار السلطنت کو واپس آیا اور اس عظیم الشان فتح کی خوشی مین تمام مملکت کا سہ سالہ خراج معاف کردیا جسکی میزان ایکسو چالیس کروڑ دینار تھی راست روش چونکہ وزیر السلطنت تھا اسلئے تمام انتظام اسکے سپرد تھا اور اسقدر معتمد علیہ تھا کہ بھرام کسی کی بات اسکے مقابلے مین نہ سنتا تہا اور خود دنرات سیر و شکار مین پڑا پھرتا تھا۔

بھرام گور کا ایک شخص اور بھی برائے نام جانشین تھا جسکو خلیفہ بھرام گور لکھتے تہے چنانچہ راست روش نے اوس شخص سے کہا کہ چونکہ میرے مزاج مین عدل بہت ہے اسوجہ سے رعایا بے ادب ہوگئی ہے اور بادشاہ کو عیش و طرب سے دلچسپی ہے اسلئے جبتک رعایا کو قرار واقعی سزا ندیجائے گی اُسوقت تک بربادی کا احتمال ہے لہذا جسکے واسطے جو سزا مین تجویز کرون اُسکا عملدرآمد آپ کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ اور میری رائے مین سزا کے دو اصول ہین ایک یہہ کہ بداعمالون کی تعداد گھٹا دی جائے۔ دوسرے یہہ کہ نیک آدمیون سے مال و دولت چہین لی جائے۔ چنانچہ جسکو خلیفہ گرفتار کرتا تہا راست روش اسکو رشوت لیکر چھوڑ دیتا تھا۔ غرضکہ تمام سلطنت مین کسیکے پاس گھوڑا۔ غلام۔ خوبصورت کنیز یا عمدہ جاگیر باقی نہین رہی تھی۔ جسپر وزیر نے بذریعۂ رشوت قبضہ نہ کرلیا ہو۔ آخر نتیجہ یہہ ہوا کہ رعایا برباد ہوگئی اور ملک کے معزز سربرآوردہ اشخاص جلاوطن و

ہو گئے اور خزانۂ شاہی خالی ہو گیا۔ چنانچہ ایک زمانہ دراز اسی طرح پر گزر گیا اور ایک غنیم ملک پر چڑھ آیا۔ اس موقع پر بادشاہ نے چاہا کہ صلہ و انعام دیکر فوج کو دشمن کے مقابلے پر روانہ کیا جائے اسلئے خزانہ کا جائزہ لیا تو وہاں پر بجائے رقم کے صفر تھا۔ امرا اور وسار شہر کو دریافت کیا لوگوں نے کہا مدت ہوئی کہ فلان رئیس فلان شہر کو چلا گیا ہے سبب پوچھا تو وزیر کے خوف سے سب نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے بھرام گور نے بہت غور کی لیکن جب کچھ پتہ نہ چلا تو علی الصباح تنہا صحرا کی طرف نکل گیا۔ چونکہ خیالات مین ڈوبا ہوا تھا لہذا اکیس میل تک چلا گیا اور کچھ معلوم نہ ہوا کہ مین کہان جا رہا ہون۔ لیکن جب تمازت آفتاب سے پیاس کی شدت ہوئی اسوقت ہوش آیا اور پانی کے لئے جنگل مین چارون طرف نظر دوڑائی دور سے کچھ دھوان سا اٹھتا ہوا معلوم ہوا اسلئے آبادی کا یقین کر کے ادہر چل دیا۔ قریب پہونچکر دیکھا کہ بکریان سو رہی ہین اور ایک راوٹی کھڑی ہوئی ہے۔ اور سولی پر ایک کتا لٹکرہا ہے اس منظر نے بھرام کو حیرانی مین ڈال دیا اور جب راوٹی کے دروازہ پر پہونچا تو ایک گڈریہ نے اندر سے نکل کر سلام کیا اور بھرام کو گھوڑے سے اُتارا اور ماحضر سامنے رکھدیا اُسے بالکل کچھ خبر نہ تھی کہ یہ ہمارا شہنشاہ بھرام گور ہے۔ بھرام نے کہا اے فیاض مہمان نواز دعوت قبول کرنے سے پہلے

مجھے یہہ معلوم ہونا چاہئیے کہ اس رفیق نے کیا کیا تھا۔ جسکی یہہ سزا دیگئی چرواہے
کہا کہ کتا میرے ریوڑ کا چوکیدار تھا اور اسقدر دلیر تھا کہ اکیلا دس بھیڑیون
(گرگ) کا مقابلہ کرتا تھا اور اُنکی یہہ مجال نہ تھی کہ ریوڑ مین پھٹک سکین
مین اکثر اسکے بہروسہ پر دو دو دن تک شہر مین رہا کرتا تھا یہی اُن کو چراتا تھا
اور اپنی جگہ پر واپس لے آتا تہا۔ مدّت تک یہی حال رہا۔ ایک دن مین نے
بکریون کو شمار کیا کچہ کم معلوم ہوئین یہانتک کہ دن بدن تعداد گھٹتی گئی اور
مین کسیطرح اس کمی کا سبب دریافت نکرسکا اور بظاہر کوئی چرانے
والا بھی نہ تھا۔ آخر نوبت یہانتک پہونچی کہ عامل صداقت (ٹکس کلکٹر یا تحصیلدار)
محصول کے لئے آیا تو بقیہ بکریان ٹکس کی نذر ہوگئیں اب مین عامل کی
طرف سے رکھوالی کرتا ہون۔

اب اسکا قصّہ سُنئیے کہ اسکو ایک بہیڑنی (مادہ گرگ) سے دلی لگاؤ ہو
گیا تھا اور مجھے خبر نہ تھی۔ اتفاق سے ایکدن مین بکریون کی تلاش مین جنگل مین
گیا لوٹ کر ایک بلند ٹیکرے سے بکریون کو دیکھا تو وہ چر رہی تہین مگر ایک
دشمن جان اُنکی تک و دو مین لگی ہوئی تھی۔ جب اسنے اُسے دیکھا تو دم ہلاتا
ہوا چلا اور وہ بھی اپنی جگہ سے رک کر چپ چاپ کہڑی ہوگئی ایک جہاڑی کی
آڑ سے مین یہہ تماشہ دیکھ رہا تہا۔ اب مین آپ سے کیا کہون اس بدچلن
نے اسکے ساتھ کیا کیا۔ اسکے بعد مین نے دیکہا کہ یہہ کونے مین جاکر سو رہا اور

اُسنے ایک بکری کو چیر پھاڑ کر اپنا پیٹ بھرا اور چلتی ہوئی - اور اس نگرام نے ذرا بھی غرفش نکی جب مین نے جان لیا کہ یہ ساری تباہی اسکی گمراہی اور نمکحرامی سے پیدا ہوئی ہے مین نے اسکو سولی کی نذر کر دیا اور اسکی خیانت کی یہی سزا تھی جو آپ ملاحظہ فرمارہے ہین - بھرام گور کو اس واقعہ سے نہایت تعجب ہوا اور راستے مین واپسی کے وقت سوچتا رہا آخر اسکے خیال مین آ گیا کہ رعیت مثل ریوڑ کے ہے اور وزیر اسکا چرواہا ہے ،، اسوقت تمام ملک مین سخت پریشانی پھیلی ہوئی ہے - جس سے پوچھتا ہون کوئی صحیح حال نہین بتاتا ہے بلکہ سب چھپاتے ہین -

چنانچہ گھر پہونچکر جانچ شروع کی تو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ ساری خرابی راست روشن کی کجروی سے ہے - اُسنے رعایا سے بُرا سلوک کیا ہے اور برعکس اپنے نام کے اسکا چلن ہے بزرگون نے سچ کہا ہے کہ کسی کے نام پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے،، مین نے چونکہ وزیر کو صاحب اختیار کر دیا ہے اسلئے اسکے ڈر سے کوئی سچی بات نہین کہتا - اب تدبیر یہ ہے کہ کل صُبح کو جب وہ حاضر دربار ہو تو سب کے سامنے اسکو ذلیل کرون اور حکم دون کہ فوراً پابہ زنجیر کر دیا جائے - اسکے بعد قیدیون کو بلا کر اُنکی کہانی سنون اور عام منادی کرا دون کہ راست روشن وزارت سے معزول کیا گیا ہے اور پھر کبھی اپنے عہدہ پر وہ بحال نہ کیا جائے گا جو اسکے مظالم کا دادخواہ ہو وہ دعویٰ

پیش کرے اور اظہار دے اگر اسنے حکومت انصاف سے کی ہوگی اور کسی سے مال جایز نہ لیا ہوگا اور لوگ اسکے مداح ہونگے تو خلعت وزارت سے سرفراز کرونگا ورنہ سزا دونگا،، چنانچہ دوسرے دن بہرام گور نے دربار عام کیا جب راست روش حاضر ہوا تو بہرام نے اُسکو مخاطب کرکے کہا ،، یہہ کیا تہلکہ ہے جو تونے میری سلطنت مین مچا رکھا ہے۔ فوج کو مفلس اور رعایا کو پریشان کر دیا ہے۔ مین نے حکم دیا تھا کہ سب کی تنخواہین اور وظیفے وقت معینہ پر پہنچیں اور ملک کی آبادی سے غفلت نہ کیجائے اور رعایا سے صرف جایز خراج لیا جائے اور خزانہ مین بھی وافر روپیہ موجود رہے لیکن اب جو مین دیکھتا ہون تو خزانہ خالی پڑا ہوا ہے فوج تباہ حال ہورہی ہے رعایا اپنی طرف سے بھاگی پھرتی ہے اور تو سمجھتا ہے کہ مین شراب و شکار کے نشہ مین مست ہو رہا ہون۔ اور ملکی معاملات سے غافل ہون۔ یہہ کہکر راست روش کو ذلت کے ساتھ دربار سے نکالدیا اور پانوں مین بھاری بیڑیاں ڈالدی گئیں اور قید کر دیا گیا اور شاہی محل کے دروازہ پر معزولی کا ڈھنڈورا بایں الفاظ پٹوادیا گیا کہ بادشاہ نے راست روش کو وزارت سے موقوف کر دیا ہے اور کبھی وہ اس خدمت پر مقرر نہ کیا جائے گا۔ جس جس کو اُسنے ستایا ہو وہ بے کھٹکے حاضر دربار ہوکر استغاثہ کرین بادشاہ انصاف کے واسطے تیار ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے قیدیون کی تحقیقات شروع ہوئی اُنھون نے اپنی
اپنی داستان سنائی جانچ کیگئی تو منجملہ سات سو قیدیوں کے تخمیناً بیس ایسے تھے
جو خونی یا چور یا واقعی ملزم تھے اور باقی سب بیگناہ تھے جنکو وزیر نے
مال وزر کے لالچ سے قید کر رکھا تھا۔ اور اُن کے باغ مکانات اور جاگیر کو ضبط
کر لیا تھا۔ اُن مین بعض سات سات برس کے قیدی تھے کچھ غیر ملک کے سوداگر
تھے جو محض اس جرم پر گرفتار تھے کہ اپنے مال کی قیمت چاہتے تھے چونکہ منادی
عام ہوگئی تھی اسلئے اطراف و جوانب سے بکثرت فریادی آئے۔ جب
بہرام گور نے وزیر کے یہہ ظلم دیکھے تو مزید تحقیقات کی غرض سے خانہ تلاشی
کا حکم دیا چنانچہ کاغذات کے بستہ مین ایک خط اُس بادشاہ کا برآمد ہوا
جو اسوقت حملہ آور ہوا تہا۔ اور ایک تحریر دستخطی راست روشن کی ملی
جسکا یہہ مضمون تھا "کہ اسقدر آہستگی کیون ہے عقلا کا قول ہے کہ دولت تو
غفلت اُڑا لیجاتی ہے میں فرماں روائی کے اُس درجہ پر ہوں کہ جسپر ہونا
چاہئے۔ افسران فوج کو میں نے (اپنی سرکار سے) باغی اور حضور کا
خیر خواہ بنا دیا ہے۔ اور کل فوج کو مفلس کر دیا ہے اور آپ کے واسطے
خزانے لبریز ہیں۔ تاج۔ ٹیکا اور تخت ایسا گراں بہا تیار کر رکھا ہے کہ
جسکی نظیر آج تک نہیں دیکھی ہے اسوقت میدان خالی ہے اور دشمن غافل
جہانتک جلد ممکن ہو آئیے ایسا نہ ہو کہ مرد خوابیدہ بیدار ہو جائے"

جب بہرام نے یہہ خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ دشمن اسی کے بل پر آرہا ہے۔
اب اسکے کمینہ پن مین کوئی شک نہیں ہے چنانچہ حکم دیا کہ کل جائدا دمنقولہ
وغیرمنقولہ ضبط کرلی جائے اور نیلام کرکے جوجسکا یافتنی ہووہ اُسکو دیدیا جائے
جب یہہ سب ہولیا تو راست روش کو معہ اسکے تیس ۳۰ مددگاروں کے قصر شاہی
کے سامنے سولی دیدی گئی اور سات روز تک منادی ہوا کی کہ یہہ سزا
اُسی شخص کی ہے جو بادشاہ وقت سے مخالفت اور اوسکے دشمنوں سے
موافقت کرے ،، صرف اسی سیاست سے کل ملک درست ہوگیا
اور دشمن سرحد سے پھر گیا اور بہرام کو معذرت کے ساتھ دوستانہ تحایف
بھیجے اور چونکہ یہہ سارے انتظام چرواہے کی کارروائی دیکھ کر کئے گئے تھے
لہٰذا اسکے صلہ مین اسکو سات سو بکریان شاہی گلہ سے دی گئیں۔ اور
محصول معاف کردیا گیا۔ اور خلعت سے سرفراز ہوا !!

حسین ساگر کا خوشنما منظر
شاد عفی اللہ عنہ

موسم گرما کا شروع زمانہ ہے اور شام کا چٹپٹاسماں آفتاب عالمتاب
اپنے جمال جہاں آرا کی گرمیاں دکھا دکھا کر ابھی خوابگاہ مغرب مین داخل
ہوا ہے اور چاند اُفق مشرق سے بلند ہوکر چہارم حصۂ آسمان کو طے

کر چکا ہے اسوقت حیدرآباد دکن کا وہ چشمۂ حیات تالاب جسکا نام (حسین ساگر ہے) ہمارے سامنے ایک ایسا خوشنما منظر پیش کئے ہوئے ہے کہ جسکی دید نے باغ جنت کی شنیدہ بہار کا سماں بالکل دل سے محو کر دیا ہے۔

ہم اسوقت جس مقام پر کھڑے ہیں وہ اس تالاب کا وہ بلند کنارہ ہے جو پشتہ کی حیثیت رکھتا ہے اور کٹے کے نام سے مشہور ہے یہ پشتہ سطح آب سے تخمیناً تیس[۳۰] چالیس[۴۰] فیٹ اونچا اور اسی قدر چوڑا پتھروں سے باندھا گیا ہے اور عہد قطب شاہی کی ایک زندہ یادگار سمجھا جاتا ہے۔

اس پشتہ پر سے ایک سڑک جنوب سے شمال کی جانب یعنی حیدرآباد سے سکندرآباد کو سیدھی چلی گئی ہے جو ہر وقت مثل آئینہ صاف رہتی ہے اور فٹن گاڑی سیکل موٹر وغیرہ کی آمدورفت سے ایک منٹ کو بھی خالی نہیں ہوتی۔

جب کوئی اس سڑک پر جنوب سے شمال کی طرف جانے لگتا ہے تو اُسکو اپنی بائیں جانب ایک چبوترہ بھی نظر آتا ہے جو اس سڑک کے کنارے کنارے ہی کنارے وہاں تک جاکے تمام ہوا ہے کہ جہاں پر اس کٹے کی حد ختم ہوئی ہے یہ چبوترہ سڑک سے تین فیٹ بلند اور پندرہ فیٹ چوڑا ہے

اور اُسکی حیثیت بعینہ وہی ہے جو پلیٹ فارم کی ہوتی ہے یعنی پیدل چلنے والونکی آمدورفت صرف اسی چبوترے پر سے رہتی ہے۔

اس چبوترے پر جابجا نازک آہنی بنچیں بھی بچھی ہیں جو سیر کرنے والوں کو تھک کر بیٹھ جانے کے لئے کافی امداد اور آرام دیا کرتی ہیں اور اس چبوترے کے ایک جانب تو وہی سڑک ہے جسکا ہم ذکر کر رہے ہیں اور دوسری طرف تخمیناً پانچ فیٹ اونچا نہایت نازک آہنی کٹہرا لگا ہے جسپر سفید رنگ بھی بھرا ہوا ہے جب کوئی شخص اس کٹہرے کے مقابل کھڑا ہوتا ہے تو جو اُسکا رخ مغرب کی جانب ہوتا ہے اور حسین ساگر کی وہ حد (جو ریل کی پٹری تک جاکے ختم ہوگئی ہے) پورے طور سے نظر آتی ہے۔

اس پشتہ سے حسین ساگر کے پانی تک اُترنے کے لئے دس دس یا پانچ پانچ گز کے فاصلہ پر جابجا پتھر کے زینے بھی بنے ہیں جنکا ایک پہلو تو اس پشتہ کی دیوار سے ملحق ہے اور دوسرا تالاب کی جانب ہے، اور جہاں جہاں یہہ زینے ہیں وہاں وہاں اُس کٹہرے کو کاٹ کے (جو کٹے کے اوپر واقع ہے) راہ کردی گئی ہے یعنی وہ کٹہرا مسلسل نہیں ہے بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے دو ڈیڑہ میل تک چلا گیا ہے۔ جب کوئی ان زینوں پر سے اُترنے یا چڑھنے لگتا ہے تو اُسکو تخمیناً تیس یا چالیس

سیڑھیاں طے کرنی ہوتی ہیں اور بعض مقام پر بیچارے کو تالاب میں گرنے کے خوف سے پُشتہ کی دیوار کو پکڑ پکڑ کے بھی چلنا پڑتا ہے کیونکہ ہر جگہہ چوڑان میں یکساں نہیں ہیں۔ کہیں پر تو اسقدر وسیع ہیں کہ دو[۲] تین[۳] آدمی برابر ہاتھ پکڑ کے چل سکتے ہیں اور کہیں ایسی ہیں کہ ایک آدمی بھی ڈر ڈر کے قدم اُٹھاتا ہے - جب کوئی ان سیڑھیوں کو طے کر کے پانی تک پہنچ جاتا ہے تو وہ بغیر کسی تردّد اور تفکر کے ہاتھ مُنہ دھوسکتا ہے یعنی پانی لینے کو زیادہ جھکنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہہ سیڑھیاں پانی کے اندر تک اُترتی ہوئی چلی گئی ہیں -

اور اس پُشتہ کے متعلق دو عمارتیں بھی ہیں جنکے بڑے بڑے در پانی سے دس بارہ[۱۲] فیٹ کی بلندی پر واقع ہیں یہہ عمارتیں پُشتہ کی دیوار کی کئی گز آگے تک پانی میں پڑی ہوئی ہیں اور فی زمانہ ہر ہفتہ کے سہ پہر کو انپر سے بینڈ باجے کی سُریلی صدائیں بھی آیا کرتی ہیں - جو فوجی لوگ بجاتے ہیں -

ان عمارتوں کے تین رُخ تو تالاب کی جانب ہیں جو تقریباً نصف نصف پانی میں ڈوبے بھی ہونگے اور پُشت کی دیواریں سڑک کی طرف ہیں جب کوئی ان عمارتوں کی چھتوں پر جانے کا قصد کرتا ہے (جو بالکل ہتھیلی کی طرح کھلی ہوئی ہیں   تو اسکو پہلے اُس چبوترے یا بالفاظ دیگر

پلیٹ فارم پر جانا لازمی ہوتا ہے جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں کیونکہ اسی
چبوترے یا پلیٹ فارم پر سے اِن عمارتوں پر چڑھنے کے زینے بنائے
گئے ہیں اور اس چبوترے سے ان چھتوں کی بلندی تخمیناً تین چار گز کی ہے
جو آٹھ سات سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

ان عمارتوں کی پشت کی دیوارین جو سڑک کی طرف ہیں ہری ہری
بیلوں سے ڈھکی ہیں اور چھتوں پر تین جانب تو آہنی کٹہرے لگے ہیں تاکہ
سیر دیکھنے والے جو چھت پر مقیم ہیں پانی میں نہ گرنے پائیں اور ایکطرف
نیچی نا منڈیر ہے جسپر شام کے وقت اکثر تماشائی بھی بیٹھے ہوئے
نظر آتے ہیں اور یہ دونوں عمارتیں قریب ہی قریب نہیں بلکہ ایک سے
دوسری چالیس پچاس گز کے فاصلہ پر کٹے کے درمیانی حصہ میں واقع ہے
اور کٹے کے دونوں سروں پر پولیس کی چوکیاں ہیں جہاں ہر وقت
پہرا رہتا ہے۔

جب وہ رہرو (جسکا رخ شمال کی جانب ہوتا ہے۔) اس
سڑک کی دوسری پٹری پر یعنی اپنی دہنی جانب نظر کرتا ہے تو اسکو
چودہ پندرہ فیٹ کی چوڑی ایک راہ اور بھی دکھائی دیتی ہے جو چٹ
کی طرح اس سڑک کے برابر ہی برابر چلی گئی ہے جسپر اسوقت یہ جاتا ہے
بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ دراصل یہ ایک ہی سڑک تین حصوں پر منقسم ہے

یعنی ایک وہ جو پلیٹ فارم کی حیثیت رکھتا ہے اور دوسرا وہ جسپر موٹروں وغیرہ کی آمدورفت رہتی ہے اور تیسرا حصہ وہ ہے جسکا کہ اب ہم ذکر کررہے ہیں اس حصہ پر نہایت نرم نرم مٹی اور گھانس بچھی رہتی ہے اور یہ راہ خاص گھوڑوں کے لئے بنائی گئی ہے جسکے ایک جانب تو وہی سڑک ہے جو اس راہ روکے زیر قدم ہے اور دوسری طرف ہرے ہرے درختوں کی روش یہ درخت مثل مہندی کے کمر کمر بھر بلند اور بالکل برابر کٹے ہوئے دور تک چلے گئے ہیں اور ان درختوں کے بعد نیم کے بڑے بڑے درختوں کی بھی ایک قطار ہے جہاں سے کہ اس پشتہ کی حد ختم ہوگئی ہے اُسکے بعد نشیب ہے اس نشیب کی طرف مُنہ کرکے کھڑے ہونے سے جتنی دور نظر کام کرتی ہے بجز ہرے ہرے سبزے کے یا دور دور پر پہاڑوںکی چوٹیوں کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا اور اس سڑک کے دونوں پہلوؤںمیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑے بڑے آہنی ستون بھی نصب ہیں جمیں شام ہی سے بجلی کی روشنی ہوجاتی ہے۔

ہم اسوقت جہاں پر کھڑے ہیں وہ اس پشتہ کا وہ بلند حصہ ہے جسکو ہم عمارت کے نام سے موسوم کرچکے ہیں ہمارا منہ اسوقت مغرب کی طرف ہے اور آفتاب غروب ہوچکا ہے سامنے ہمارے دور تک حسین ساگر موجیں مارتا ہوا نظر آرہا ہے داہنی جانب تخمیناً دوڈیڑھ میل

کے فاصلہ پر (جہاں سے اس تالاب کی حد ختم ہوئی ہے) ہرے ہرے درختوں کے ساتھ ہی ساتھ سفید سفید مکانات بھی دکھائی دے رہے ہیں جنکا سلسلہ سکندر آباد تک چلا گیا ہے اور ہمارے بائیں جانب ایک پہاڑ تو بالکل ہی قریب نظر آ رہا ہے۔ جسکا نوبت پہاڑ نام ہے اور دوسرا اُس سے بہت فاصلے پر دکھائی دے رہا ہے جو گوشۂ جنوب سے مغرب کی جانب دور تک چلا گیا ہے اور اسی پہاڑ کی تحت میں خیریت آباد کی اونچی اونچی عمارتیں بھی نظر آ رہی ہیں جو تقریباً یہاں سے تین چار میل کے فاصلے پر واقع ہیں اور یہانکے شوقین مزاج رئیسونکی بلند خیالی کا ایک جید ثبوت ہے ان عمارتوں میں اسوقت بجلی کی روشنی ہو چکی ہے جسکا عکس حسین ساگر میں چار چاند لگائے ہوئے ہے اور شفق کی کم ہوتی ہوئی سُرخی اور چاند کی بڑھتی ہوئی روشنی نے تمام پانی پر گنگا جمنی کام بنا دیا ہے۔ کنٹے بھی بجلی کی روشنی سے جگمگا چکا ہے اور سامنے سے ہمارے ریل بھی گذر رہی ہے جسکی لال سبز لالٹینیں) دور پر ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں بعض بعض پرند بھی ابھی تک اُڑ رہے ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں بار بار اُن سیٹیوں کی صدائیں بھی آ رہی ہیں جو پولیس والے ہر موٹر کی آمد و رفت کے وقت بجاتے ہیں۔

ہماری اسوقت کیا کیفیت ہے کہ یہاں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے

آنکھیں تو بند ہوئی جاتی ہیں ۔ اور دل بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ یہاں کی صاف صاف زمین پر لیٹ کر سو جائیں آخر نہ رہا گیا اور ہم اُس بنچ نما منڈیر پر (جسکا ذکر اوپر کر چکے ہیں) ہاتھ پانوں پھیلا کے لیٹ ہی گئے ۔ لیٹنا تھا کہ آنکھیں بھی بند ہوگئیں پھر ہمکو یہ بھی خبر نہیں کہ یہ منظر کبتک قائم رہا جب ہمکو ہوش آیا تو یہ مصرع ہماری زبان پر جاری تھا ۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

از سید مجاور حُسین تمنا لکھنوی

رُباعی فصاحت

ہے بخت دکن میں لکھنؤ سے لائی ۔۔۔ عز و شرف و مرتبہ کیا کیا پایا

اے حضرتِ شاد قدردانِ شعرا ۔۔۔ کیا شاد حضوری میں فصاحت آیا

اپنی بیتی

شب کو میں بیٹھا ہوا تھا سوچ میں
بال افشاں تھا پرِ مرغِ خیال

گرچہ ذکر و شغل میں مصروف تھا
فکرِ دنیا سے بھی تھا لیکن ملال

آ گیا اتنے میں مجھکو خواب خوش
دیکھا میں نے ایک مردِ خوش خصال

جو سراپا میرا ہی ہمشکل تھا
بولا مجھ سے کیا ہے اب تیرا خیال

یادِ اللہ کے مصروف ہے
اور دنیا کی طرف بھی ہے خیال

صد تاسف اس عبادت پر ترے
ہے یہہ طاعت باعثِ صد انفعال

فکرِ دنیائے دنی کو چھوڑ دے
نفس کو اپنے ذرا دے گوشمال

نظم کو خیام کی تو غور سے
ترجمہ کر لے جو ہو تیرا خیال

کہہ کے اتنا مجھ سے غائب ہو گیا
ہو گیا اس سے مجھے سخت انفعال

نیند سے ہشیار جس دم ہو گیا
لایا میں وہ ڈھونڈ کر نسخہ نکال

ترجمہ اردو میں فوراً کر دیا
منکشف مجھ پر ہوئی یہہ کچھ مثال

ترجمۂ قطعہ

میں نے پوچھا عقل سے اے مہرباں
ہے مرے دل میں کروں میں کچھ سوال

زندگانی کیا ہے یہہ دنیا ہے کیا
پس کہا اس نے کہ سب خواب و خیال

میں نے پوچھا اِس سے کیا حاصل ہوا
یہہ کہا اُس نے غم و رنج و ملال

میں نے پوچھا نفس کب ہوے گا یہہ رام
یوں کہا اُس نے بوقت گوشمال

میں نے پوچھا کون ہیں اہلِ ستم
یہہ کہا اُس نے سگ و خرس و شغال

میں نے پوچھا اہل دنیا کا کلام
یہہ کہا اُس نے کے ہی بے حال و قال

میں نے پوچھا اُنکی کیا خواہش کہا
خواہشِ دنیا و حُبِ جاہ و مال

میں نے پوچھا ہے عروسی کیا۔ کہا
عیشِ روزے چند و رنج چند سال

میں نے پوچھا کیا ہے دُنیا۔ تو کہا
خال و خط سے یہہ سجی ہی پیرزال

ترجمہ کیسا ہے پُوچھا تو۔ کہا
نکتہ نکتہ **شاد** کے ہے حسبِ حال

قصیدہ

در مدحِ سرکار فیض آثار راجۂ راجایان سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت جی۔ سی۔ آئی۔ ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکارِ عالی

گیا سحر کو جو گُلشن کی سمت میں دلگیر
بہارِ باغ نے دکھلائی شانِ ربِّ قدیر

پڑی نگاہ جو شمشاد پر تو یہہ سمجھا | کہ سبزہ پوش ہے خوش قد کوئی بصد توقیر

کہا یہ ذہن رسا نے ارے کدھر ہے خیال | قدِ بہار کی کھینچی ہے باغ نے تصویر

سرائے سیر جو سنبل کی سمت منہ پھیرا | تو پائے خاطرِ نازک مین پڑ گئی زنجیر

پھنسا ہوا ہے جو ہین اُڑ کے غنچہ گلِ تر | ہوا یہ دیکھ کے حیراں ہیں وحشیِ دلگیر

کہا صبا نے کہ سن مجھسے کیون اُلجھتا ہے | دلِ بہار ہے یہ گیسوئے چمن میں اسیر

پھر ایک شاخ مین دیکھا جو غنچۂ سوسن | نگہ کے ہاتھ لگی میل و سرمہ دان کی نظیر

کہا یہ جنبشِ موجِ نسیم سے میں نے | لگا دے دیدۂ نرگس ہیں سرمۂ تسخیر

عجب بہار یہ ہے گرد لالہ نافرمان | کہ جسکے رنگ کی پُر داغ دل پہ ہے تاثیر

غلط ہے آتشِ یاقوت کا دھوان کہون جو | شفق کے پاس یہ اودی گھٹا کی ہے تحریر

چمن میں پائی زرِ گل کی اسقدر افراط | نگاہ مین نہ رہی اشرفی کی کچھ توقیر

یہ سیر دیکھ کے گل پر جو ہاتھ دوڑایا | چٹک کے غنچہ نے اُس دم یہ مجھسے کی تقریر

عجب ہے شیفتۂ حسنِ چمن پہ آ نادان | بہارِ گل کی ہے دو دن خزاں ہے دامنگیر

لگا وہ باغ کہ جسمیں رہے ہمیشہ بہار | خزان کا دخل نہو حشر تک کسی تدبیر

جو مین نے پوچھا وہ ہے باغ کونسا تو کہا | لکھے اُنکی مدح جو ہیں مرجع صغیر و کبیر

جہاں میں ہیں جو مشہور غیرتِ حاتم | سخا و فیض میں اُنکا نہیں ہے کوئی نظیر

وہ راجہ اور ہیں راس و رئیس راجا یاں | حضور شاہ دکن جنکی ہے بڑی توقیر

خطاب میں ہے مہاراجہ و بہادر بھی | خوش اُنکے عہد سے ہیں خسرو سپہر سریر

خلاف واب ہے یوں ہو جو نام نامی نظم
ہے پانچ شعروں میں جو حرفِ اوّل مصرع
سر سیر ملکِ مضامیں پہ حکمراں ہیں آپ
کیسکا حصہ نہیں اسمین ہے انہیں کیلئے
نہ جائے اور کہیں دہر میں تلاش کری
رحیم ایسے کہ خود رحم کو ہے آنَ ناز
امیروں میں نہیں حاجت روا کوئی ایسا
نکالا فکر سے توشیح مین جو اسم شریف
نہ فلک نہیں روئے زمیں پہ انکا نظیر
عدیل انکا نہ ہو گیا عدل و داد میں کوئی
نسیم عدل جو دم بھر محیط عالم ہو
صبا کرے جو گریبان گل چمن میں چاک
چمن میں گیسوئے سنبل اگر پریشاں ہو
پھنسائے دام میں صیاد ایک بلبل اگر
یہ کیوں سخاوت حاتم ہی دہر میں مشہور
جب آیا سامنے ادنیٰ تو ہو گیا اعلیٰ
جہان مین کی نظر کیمیا اثر جسپر

سمجھ لیں صنعتِ توشیح میں صغیر و کبیر
بہم ہوں سب تو ہویدا ہوا اسم بے تاخیر
رہیگا اوجِ سخن یوں ہی زیر چرخ بیر
شکوہ و عظمت و شان و جلالت و توقیر
پئے مہوّس اِنہیں کی ہے خاک پا اکسیر
شجاع ایسے کہ دم اِنکا بھرتی ہے شمشیر
دعائیں دل سے نہ کیوں انکو دے ہر ایک فقیر
قلم سے مطلع روشن یہ ہو گیا تحریر
جہاں میں نام ہے روشن مثال مہر منیر
جہاں عدالت نوشیرواں ہوئی ہے حقیر
نہال ہو روش باغ گلشن تصویر
ہوا سا دوڑ کے گلچین ہر اک ہو دامنگیر
الجھکے دے وہیں کنگھی کو باغبان تعزیر
ہزار ریح میں ہو طائر دل اُسکا اسیر
وہ اِنکے فیض کے آگے تھی ایک عشیر عشیر
غنی کیا نظر آیا کبھی جو کوئی فقیر
ہوئی نہ خاک کبھی اُسکو خواہش اکسیر

اگر سوال کرے کوئی صاحبِ عزت — عطا کریں یہ زر و مال و منصب و جاگیر

جو فیض عام ہو منظور طبع عالی کو — سحابِ جود و کرم برسے مثلِ ابرِ مطیر

عطا و بخششِ حضرت سے وہ رہے محروم — جو ہو زمانہ میں ایسا ہی کوئی بدتقدیر

کچھ ایسا دبدبہ و رعب ہے جوانی میں — کہ خوف و بیم سے تھرا رہا ہے چرخِ پیر

پناہ مانگتے ہیں ان سے وقتِ جنگ اعدا — خدا نے انکو کیا ہے وہ صاحبِ شمشیر

نہیں زمانے میں جوہر شناس تیغ کوئی — مبصروں کی نہیں انکے آگے کچھ توقیر

زمین ہی کانپتی ہے کیا ہیبت ہے انکے — فلک بھی خوف سے لرزاں ہے مثلِ مہرِ منیر

دمِ نبرد گلا کاٹ ڈالے دشمن کا — خدا نے تیغِ نگہ کو ہے دی عجب تاثیر

قیامت آئے زمانے میں حشر برپا ہو — یہ جائیں گر صفِ اعدا پہ لیکے تیغ و تیر

عدو کے ہاتھ اگر باندھ دیں یہ وقتِ جنگ — کبھی نہ کھول سکے اسکو ناخنِ تدبیر

کوئی جری جو برائے مقابلہ آئے — ادا بھی ہو نہ حقِ جرأت قضا ہو دامنگیر

تہمتنوں کی حقیقت تو کیا ہے رستم — دمِ حسام سے مانگے پناہ ربِ قدیر

جو تیغ کھینچ کے ہوں نعرہ زن سوے صحرا — سفید خون سے ہو رنگِ شیر صورتِ شیر

خدا کے فضل سے ہیں مجمعِ صفات ایسے — کہ مدح خواں ہے زمانہ میں ہر صغیر و کبیر

مقابل انکے نہیں کوئی فہم و دانش میں — ارسطو آئے تو درس اسکو دیں یہ بے تاخیر

پہنچ کے کلک نے دی اس مقام پر یہ صدا — بہت ہے جوش پہ طبعِ رسا نہ کر تاخیر

ابھی نہ مدح سرائی سے روک اپنی زباں — یہاں پہ چاہئے مطلع پھر ایک ہو تحریر

جو لکھ رہا ہوں ثنائے امیر ابن امیر
امیدین کہتی ہین بڑھ بڑھ کے ہے اذن تقدیر

نشاط و عیش میں یہ زندگی بسر ہوگی
رہیگا اب نہ تو زندان رنج و غم مین اسیر

یہ تیرہ بخت جواں ہو کے راہ پر آیا
کریگی کچھ بھی نہ برگشتگی چرخ پیر

سنا ہے یہ شعر کے ہیں قدرداں سرکار
اُنھیں کے زیرکسیں میں بھی ہوں خاکسار و حقیر

جناب تو ہیں سخن سنج و نکتہ داں ایسے
بجا ہے یہ جو کہیں لوگ رشک ناسخ و میر

کلام آپ کا سُنکر ضرور کرتے مدح
جو ہوتے اِن دنوں عرفی و انوری و ظہیر

کیا جو نظم سراپا کبھی حسینوں کا
غزل کا ہو گیا صفحہ مرقع تصویر

بھرا ہے آپ کے اشعار مین کچھ ایسا درد
کلیجہ تھامتے ہیں سُنکے عاشقِ دلگیر

کسی نے سُنکے کہا واہ کی کسی نے آہ
مگر کلام میں ہے آپ کے عجب تاثیر

مخالف آپ سے بحثیں جو شعر کے فن مین
تو رعب بند کرے دفعتًہ لب تقریر

سخن کی شان و جلالت گواہ ہے اے امیر
کہ آپ ہی ہیں فن شاعری میں اپنی نظیر

تخلص آپکا ہے شاد تو اثر یہ ہو
ہمیشہ آپ رہیں خوش بفضلِ ربِ قدیر

خضر کی طرح یہ صحت ہو عمر طولانی
دکن میں عیش و مسرت کریں بصد توقیر

یہ جبتک نورِ نظر آپکے ہیں خوش اقبال
ہمیشہ وہ رہیں رونق فزا و زیب سریر

اگر قبول ہو یہ نظم اسے زہے عزت
کہیں سب اہل سخن یک زبان خوشا تقدیر

قصیدہ اُس نے بہ تعجیل یہ کیا ہے نظم
فصاحت ابن امانت ہے جو کہ عبد حقیر

غرض مسجد اور قصر کے درمیان ایک نالی کھودی گئی اور کہا کہ زمین کو گہرا کھودو پھر لکڑیاں لائے اور اس نالی میں آگ اور لکڑیاں ڈال دیں۔ پھر اون لوگوں سے فرمایا کہ تم باز نہ آوگے تو اسی میں تم سب کو ڈال دونگا۔ غرضکہ انہوں نے نہ مانا اور حضرت نے اُن سب کو اُس نالی میں ڈال دیا۔ فتح الباری کی اس روایت کی تائید امام محمد باقر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ قوم زط میں سے ستر شخص حضرت امیر کے پاس آئے حضرت نے فرمایا میں بندہ خدا ہوں مخلوق ہوں انہوں نے نہ مانا اور کہا تو وہی ہے تو وہی ہے۔ حضرت نے فرمایا اگر تم توبہ نکروگے اور میرے باب میں جو کلمہ تم نے کہا اوس سے باز نہ آوگے تو میں تم سب کو قتل کر دونگا اون لوگوں نے نہ مانا نہ توبہ کی نہ اپنی بات سے باز آئے حضرت نے اون کے لئے کنویں کھدوائے اور ایک کنویں سے دوسرے کنویں تک راستہ رکھا پھر اُن سب کو کنوؤں میں ڈال کر منہ کنوؤں کے بند کروادئے اور ایک خالی کنویں میں جس میں کوئی شخص نہ تھا آگ سلگا دی اوس کنویں کا دھواں سب کنوؤں میں پہونچا اور سب کے سب ہلاک ہوگئے اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قوم زط کے یہ لوگ سب ہنود تھے ذہن ناقص میں یہ آتا ہے کہ کیا عجب ہے کہ جاٹ کا معرب زط ہوا ہیں شک نہیں کہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں اُس میں نالی کا لفظ ہے اور اس میں کنوئیں کا لفظ لیکن جب کنویں سے دوسرے کنویں تک راہ ہوئی

تو اوسے نانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد بھی اس ضلالت کا استیصال کلی نہوا۔ آخر اسی فرقہ کے وہ لوگ تھے جو کہتے تھے کہ امیر المومنین قتل نہیں ہوئے۔ ابر میں چلے گئے ہیں۔ اور بجلی جو چمکتی ہے یہ ذوالفقار ہے۔

مختار جناب صادق فرماتے ہیں کہ حسین بن علی مختار افترا پردازی میں مبتلا تھے۔ امام کے اس قول نے مختار کو دین و دنیا سے کھو دیا اوسکی تمام خوبیوں پر پانی پھر گیا۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مختار امام حسین پر اتہام کیا کرتا تھا اور روایتیں وضع کر کے حضرت کیطرف منسوب کر دیتا تھا امام حسین کے بعد محمد بن حنفیہ کی شان میں غلو رکھتا تھا۔ اور فرقہ کیسانیہ کا بانی ہے۔ مگر تمام بنی ہاشم کا جان نثار تھا۔ مسعودی لکھتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن زبیر نے اپنے تسلط کے زمانہ میں بنی ہاشم کو ایک درۂ کوہ میں بند کر کے لکڑیاں جمع کی تھیں اور سب کے جلا ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ عین وقت پر مختار ایک لشکر جرار لیکر پہونچا اور سب کو بچا لیا۔ فاطمہ بنت امیر المومنین اسقدر اسپر شفقت کرتی تھیں کہ اپنے ہاتھ سے اُس کے لئے بچھونا بچھاتی تھیں۔ اس کے معتقدین سمجھتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں اور کوہ رضوی میں غائب ہو گئے ہیں۔ تعجب یہ ہوتا ہے کہ جو خاندان رسالت کے ساتھ ایسی ارادت رکھے وہ امام پر تہمت بھی کرے اور کذاب کہلائے۔ مختار کو مصعب بن زبیر نے قتل کیا۔

بیان اس کا نام بناں بھی بعض روایتوں میں ہے۔ تناسخ کا
قائل تھا۔ یہ شخص امام زین العابدین پر افترا کیا کرتا تھا اور اپنے اقوال
موضوعہ کو اُن کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں
کچھ لوگ ہمارے شیعوں میں سے ہمارے ساتھ اسطرح کی محبت رکھتے ہیں کہ یہود
عزیر کے باب میں اور نصاری عیسیٰ بن مریم کے باب میں جو عقیدہ رکھتے ہیں
وہی عقیدہ وہ لوگ ہمارے ساتھ رکھتے ہیں نہ وہ ہمارے اور نہ ہم اونکے
صاحب۔ میزان الاعتدال لکھتے ہیں کہ بیان بن سمعان نہدی قبیلہ بنی تمیم
سے سو برس کے بعد عراق میں ظاہر ہوا وہ الوہیت حضرت علی کا قائل تھا
اور کہتا تھا کہ الوہیت و انسانیت ان میں متحد ہو گئی ہے اور اون کے بعد
اُن کے بیٹے محمد بن حنفیہ میں اُن کے بعد اون کے بیٹے ابو ہاشم میں اُن کے بعد
خود بیان میں وہ الوہیت منتقل ہوئی ہے اس نے امام محمد باقر کو ایک خط لکھا
جس میں دعوے تھا کہ میں نبی ہوں اور آپکو اپنے طرف دعوت کرتا ہوں پس
زندیق کو خالد بن عبداللہ قصری نے قتل کیا اور آگ میں جلا دیا۔ انتہےٰ۔
اس روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امام زین العابدین کی الوہیت کا یہ
قایل تھا۔ بلکہ روایات کتب شیعہ سے یہ مضمون مستفاد ہوتا ہے۔ اور حضرت
صادق نے اسپر لعنت کی ہے کہتا تھا آیہ **هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ**
میری شان میں اترا ہے۔

مغیرہ بن سعید فرقۂ مغیریہ کا بانی۔ امام محمدؑ باقر پر افترا کرتا تھا۔ جناب امیر کی نسبت غلو رکھتا تھا۔ حضرت صادق فرماتے ہیں۔ خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید پر اور اُس یہودن پر جس کے پاس جاکر وہ سحر و شعبدہ و افترا سیکھ آیا کرتا تھا اس شخص نے میرے باپ پر افترا کئے ہیں۔ اسکا مذہب یہہ تہا کہ خدا کی شکل آدمیوں کی سی ہے اوس کے سر پر نورانی تاج ہے اور امام محمد باقر کے بعد محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن امام ہوسے اور وہ زندہ جاوید ہیں اون کے بعد اپنے تئیں پہلے امام کہتا تھا۔ پھر نبی کہنے لگا یہ بھی قتل کیا گیا۔

ابو الخطاب محمدؐ بن ابی زینب مقلاص بڑا صاحب اثر شخص معلوم ہوتا ہے اسکے اتباع و انصار و دعاۃ بہت کثرت سے تھے امام محمدؐ باقر اور حضرت صادق پر یہ شخص اتہام کیا کرتا تھا۔ امام محمدؐ باقر فرماتے ہیں) خدا لعنت کرے ابو الخطاب پر اور اُسکے اصحاب پر اور اُس پر جو اوسکے ملعون ہونے میں شک کرے یا توقف کرے اسکے بعد فرمایا خدا لعنت کرے ابو الغمر اور جعفر ابن واقد اور ہاشم بن ابی ہاشم پر۔ انہوں نے ہمارے نام سے لوگوں کو لوٹ کھایا۔ اور مذہب ابو الخطاب کے دعاۃ میں سے ہیں۔ کوفہ عجب سرزمین تھی اس کی امت وہیں سے پھیلنا شروع ہوئی حضرت صادقؑ بھی اس شخص کے ہاتھ سے بہت نالان تھے۔ فرماتے ہیں واللہ اہل کوفہ جو کچھ میرے باب ہیں کہتے ہیں اگر اُسے میں گوارا کرلیتا تو زمین مجھے کھا لیتی میں ایک بندہ

مملوک ہوں مجھے کسی شے کے نفع وضرر پر قدرت نہیں۔ کہتے ہیں ابو الخطاب مدعی
نبوت ہونے کے پہلے راہ راست پر تھا اور شیعہ اوسکی روایت پر اعتبار کرتے تھے
لیکن ابن الغضائری جو علمائے رجال شیعہ میں سے ہیں یہی کہتے ہیں کہ میری
رائے یہ ہے کہ وہ روایتیں بھی قابل ترک ہیں۔ ابو الخطاب اپنے ستر اصحاب کے
ساتھ قتل کیا گیا اسکے معتقدوں میں یونس بن ظبیان ایک شخص تھا۔ نقل ہے
کہ ابو الخطاب کی بیٹی مرگئی تو ابن ظبیان اوس کی قبر پر آکر کہتا ہے السلام
علیک یا بنت رسول اللہ۔ ایک شخص نے امام رضا کے سامنے ذکر کیا کہ یونس
بن ظبیان کہتا ہے کہ میں ایک شب طواف کر رہا تھا ناگاہ جبرئل مجھ پر نازل
ہوے حضرت کو یہ سنکر تاب نرہی کہا نکل یہاں سے خدا تجھ پر اور یونس بن
ظبیان پر ہزار لعنت کرے کہ ہر لعنت قہر جہنم میں لیجائے ابو الخطاب کا خلیفہ
بزیع تھا اُس نے معراج کا دعوے کیا اسپر بھی امام نے لعنت کی ہے۔
مفضل بن عمر اہل بیت کو رازق عباد کہتا تھا اور ابو الخطاب کا مذہب رکھتا
تھا۔ کہتا تھا کہ ابو الخطاب کے ساتھ ستر پیغمبر قتل ہوگئے کہ اُن سب نے
اپنے معبود کو دیکھا تھا مفضل حضرت صادق کے اصحاب میں تھا اس نے
حضرت پر بہت سے افترا کئے ہیں۔ کہتا ہے ہم سب بارہ آدمی مل کر حضرت
صادق کی خدمت میں گئے حضرت نے ایک ایک شخص کو ایک ایک پیغمبر
کے نام سے سلام کیا کسی کو کہا السلام علیک یا نوح کسی کو کہا السلام علیک یا ابراہیم

آخر میں جو شخص تھا اوسکو کہا السلام علیک یا یونس - میں کہتا ہوں غنیمت یہ ہوا کسی کو السلام علیک یا محمدؐ نہیں کہا - یحییٰ بن عبد الحمید حمانی کہتے ہیں میں نے شریک سے پوچھا کہ بعض لوگ جعفر صادق کو ضعیف الحدیث سمجھتے ہیں اونہوں نے کہا مفضل و بیان و عمر نبطی وغیرہ نے اونکو بدنام کردیا ہے - اور اون پر افترے کئے ہیں - جھوٹی جھوٹی باتیں بناکر یہ لوگوں کو لوٹا کرتے تھے عوام الناس ان کی بات کا اعتبار کرتے تھے اور انکو مال و زر دیتے تھے اگر تونے جعفر صادق کو دیکھا ہوتا تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ یکتائے زمانہ تھے - حضرت صادق نے مفضل پر لعنت اور اوس سے برارت کی ہے اور حضرت کے اصحاب میں سے دو شخص روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت سے پوچھا کہ کیا ہم بھی مفضل پر لعنت اور اُس سے برارت کریں تو آپ نے اجازت دی اور ہم نے بھی اوسپر لعنت کی - یہ شخص رجال شیعہ میں داخل ہے مگر فساد عقیدہ کے سبب سے اس کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں بعض روایتیں بہت طولانی عالیۃ المضامین اس نے حضرت صادق سے نقل کی ہیں جو توحید مفضل وحدیث اہلیلج کے نام سے مشہور ہیں - ناسخ نے توحید مفضل کا ترجمہ اردو میں نظم کیا ہے - میں کہتا ہوں کہ جسطرح ابن الغضائری نے ابو الخطاب کے تمام روایات کو قابل ترک کہا ہے اسی طرح اس کے بھی تمام روایات اعتبار کے قابل نہیں - یہ بھی ابو الخطاب سے کسی بات میں کم نہیں رہا -

معلی بن خنیس کوفہ کا بزاز حضرت صادق کا غلام آزاد کردہ ہے پہلے اسنے مغیرہ بن سعید کا مذہب اختیار کیا پھر نفس زکیہ کے دعاۃ میں داخل ہوا غالیوں نے اس سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ ائمہ کو یہ پیغمبر سمجھتا تھا اسپر حضرت صادق نے فرمایا کہ جو لوگ ہمیں انبیا سمجھتے ہیں ہم اُن سے بری ہیں تعجب ہے کہ اس کی روایت صحیح سمجھی جاتی ہے۔ اس شخص کو داؤد بن علی نے قتل کیا۔

محمد بن بشیر اہل کوفہ میں سے تھا۔ امام موسیٰ کاظم کے اصحاب میں اسکا شمار ہے ان کو خدا اور اپنے تئیں ان کا پیمبر کہتا تھا اور ان کی طرف اپنی روایات موضوعہ کو منسوب کرتا تھا۔ امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں ہم لوگوں پر جس جس نے عمداً افترا کیا خدا نے اوسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ علی بن الحسین پر بیان افترا کیا کرتا تھا خدا نے اُسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ ابوجعفر باقر پر مغیرہ بن سعید افترا کیا کرتا تھا۔ خدا نے اوسے تلوار کا مزہ چکھا دیا میرے باپ پر ابوالخطاب افترا کیا کرتا تھا خدا نے اوسے خدا نے اوسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ ابن بشیر پر خدا لعنت کرے اور ذائقہ شمشیر اسے چکھائے یہ مجھپر افترا کیا کرتا ہے۔ خداوندا اس نجس پلید ابن بشیر کے ہاتھوں سے مجھے چھڑا۔ اس کے معتقدین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ موسیٰ بن جعفر نہ مرے نہ قید ہوئے بلکہ غائب اور پوشیدہ ہو گئے ہیں اور وہی امام قائم ہیں

وہدی ہیں۔ اپنی غیبت کے وقت محمد بن بشیر کو اپنا وصی و خلیفہ کر گئے ہیں
یہ شخص بڑا حیلہ ساز و شعبدہ گر تھا ایک باریک ریشمی کپڑے پر اسنے امام
موسی کاظم کی قدآدم روغنی تصویر کھینچی تھی کہ جب اُس میں سانس بھر دیتا تو
وہ تصویر کھڑی ہو جاتی تھی اور جب ہوا نکالڈالتا تو اوسی لپیٹ کر چھپا
رکھتا تھا لوگوں سے کہتا تھا کہ موسی کاظم میرے ساتھ ہیں۔ اور اکثر
لوگوں کو اندھیری کوٹھری میں تصویر کا شعبدہ دکھاکر گمراہ کرتا تھا
اور اس کے سوا اور بھی عجیب و غریب شعبدے اوسی آتے تھے۔ حضرت صادق
اور موسیٰ بن جعفر دونوں نے اوسکو بد دعا کی تھی۔ انواع عذاب میں مبتلا
ہو کر قتل کیا گیا۔

محمدؐ بن فرات یہ شخص امام رضا پر اتہام کیا کرتا تھا۔ حضرت فرماتے تھے
خدا لعنت کرے ابن فرات پر اور اوسکو تلوار کا ذائقہ چکھائے یہ شخص
مجھ پر افترا کرتا ہے۔ ایسی اذیت تو ابو الخطاب نے بھی حضرت صادق کو
نہ دی ہوگی۔ جو اس شخص کے ہاتھ سے مجھے پہنچ رہی ہے۔ ابن فرات اپنے
تئیں باب کہتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ باب مدینۃ العلم کا مقابلہ اس
لقب سے مقصود تھا شاید یہ پہلا شخص ہے جس نے باب ہونے کا دعویٰ
کیا اور اُس کے ساتھ ہی نبوت کا بھی۔ ابراہیم بن مہدی نے اسکو قتل
کیا۔ اسی طرح امام رضا کے اصحاب میں محمدؐ بن سنان بھی غالی و کذاب

کہلاتا ہے اور اُس سے روایت کی جاتی ہے۔

سجادہ اسکے ماتھے پر اتنا بڑا گھٹا تھا کہ نشان سجدہ اُس کا نام ہی مشہور ہو گیا یہ بھی کوفی ہے۔ امام محمد تقیؑ کے اصحاب میں تھا۔ علمائے رجال کہتے ہیں خدا لعنت کرے سجادہ پر یہ ملعون ابو الخطاب کو رسول اللہ سے افضل سمجھتا تھا۔

محمد بن نصیر نمیری فرقہ نصیری اس کی طرف منسوب ہے کہتا تھا کہ امام علی نقی خدا ہیں اور میں اونکا رسول ہوں اسی زمانہ میں ابو السمہری اور ابن ابی الزرقا بھی حضرت پر اور اونکے پدر بزرگوار پر افترا کیا کرتا تھا ان کے علاوہ فارس بن حاتم قزوینی بھی مشہور افترا پردازوں میں ہے۔ امام علی نقیؑ نے اپنے اصحاب میں سے جنید کو فارس کے قتل کرنے کا حکم دیا اونہوں نے حسب ارشاد اُسے قتل کیا پھر حضرت نے اسحاق کو کچھ اور غالیوں کے قتل کا حکم کیا جن میں ابو السمہری اور ابن ابی الزرقا بھی تھا لیکن یہ لوگ بچ گئے۔

علی بن حسکہ باب ہونے کا مدعی تھا اس کے بعد اس کا شاگرد یقطینی باب ہوا۔ یہ خود اور اسکے تینوں شاگرد قاسم شعرانی یقطینی اور ابن بابا اور محمد بن موسیٰ شریقی سب کے سب غالی و ملعون مشہور ہیں ان لوگوں کا قول تھا کہ قرآن میں حکم صلواۃ اور زکواۃ وغیرہ سے ولائے امام

مراد ہے ؎

علی سے کرکے بیعت فکرکس کو دین و دنیا کی
سمجھتے ہیں اجی بست خدا پایا خدا پایا

اور اسی طرح معاصی میں بھی یہ لوگ تاویلیں کرتے تھے ان کی رائے یہ تھی کہ
کہ ولائے اہل بیت نجات کے لئے کافی ہے ترک معصیت و انہماک طاعت
کی ضرورت نہیں ؎

تکلیف یہ بے نیاز کیسی
روزہ کیسا نماز کیسی

انہوں نے اپنا مذہب جاری کرنے کے لئے امام علی نقیؑ اور امام حسن
عسکریؑ پر تہمتیں کی ہیں۔ امام علی نقی نے اپنے بعض اصحاب کو لکھا کہ
ابن حسکہ اور قاسم یقطینی کو شیطان نے بہکایا ہے میں اون لوگوں کے
قول سے بری ہوں اور تم لوگ بھی اون سے ملنا چھوڑ دو خدا اون پر لعنت
کرے۔ اور ایک راوی نے امام حسن عسکری کو لکھا کہ کچھ لوگ ایسے ایسے
اقوال آپ کے طرف اور آپ کے آبائے کرام کی طرف منسوب کرتے
ہیں جس سے انزجار خاطر ہوتا ہے اون لوگوں میں علی بن حسکہ اور
قاسم یقطینی بھی ہے اُن کے اقوال میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن میں صلوٰۃ
و زکوٰۃ سے ولائے امام مراد ہے اور اسی طرح معاصی میں بھی تاویلیں
کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں لکھا تو ان اقوال سے اجتناب
کر ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔

کریں گے اور مسلک احتیاط یہ ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھیں۔ محمد بن سنان و معلی بن خنیس و مفضل و مختار وغیرہ پر جرح وارد ہو چکی پھر یہ قابل قبول کہاں رہے۔ نصوص صریحہ میں سے صاحب الزماں کا فرمان ہے جو محمد بن علی۔ کے نام آیا تھا اُس میں یہ مضمون ہے۔ اے محمد بن علی خدائے عزوجل اُس سے برتر ہے۔ جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اوس کے علم و قدرت میں ہم شریک نہیں۔ اُس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں آیۂ محکم میں ارشاد فرماتا ہے۔ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰه جہلائے شیعہ اور حمقائے شیعہ نے جن کا دین پر پشہ سے بھی کم ہے ہم کو اذیت پہنچا رکھی ہے میرا یہ فرمان تیری گردن پر اور جو اسے سُنے اوس کی گردن پر امانت ہے کہ میرے دوستوں اور شیعوں سے اسے نہ چھپائے شاید خدائے عزوجل اُن کے عقیدوں کی تلافی کرے کہ دین حق کی طرف رجوع کریں۔ اس فرمان کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اس زمانے کے شیعوں میں بہت غلو پھیلا ہوا تھا یعنی حسب رائے غلاة اہل بیت رسول اللہ کو عالم الغیب اور خلق و رزق میں حق تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے اسی زمانہ میں علمائے فریقیں احادیث کی تدوین پر متوجہ ہوئے ہیں۔ رجال میں غلاة بھی ہیں۔ خوارج بھی ہیں کچھ اوصیا پرست ہیں کچھ اولیا پرست ہیں حلولیہ و اتحادیہ و مجسمہ و مجبرہ و اباضیہ و حروریہ و صفریہ و بکریہ و حشویہ

کرامیہ و مرجیہ و معتزلہ و اشاعرہ و قدریہ و جبریہ وغیرہ کہ اگر سب گنے جائیں تو بہتر سے کہیں زیادہ ہیں۔ بعض محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہمیں راوی کے مذہب سے کیا مطلب ہے وضاع و کذاب نہ ہونا چاہئے۔ بعض نے اپنے تجربہ پر عمل کیا کہ جمیع اہل اہوا میں خوارج صادق اللہجہ ہیں۔ رجال صحیح بخاری کی فہرست میں صاحب فتح الباری نے عکرمہ مردان۔ قیس۔ یحلی ثور بن یزید حمصی۔ عمران بن حطان۔ ثور بن زید دوئلی۔ داؤد بن الحسین مدنی بہز بن اسد بصری۔ حصین بن منیر واسطی۔ اسحاق بن سوید عدوی۔ عبداللہ ابن سالم اشعری۔ جریر بن عثمان حمصی۔ ولید بن کثیر مخزومی کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ کسی کو لکھا ہے مذہب خوارج صفریہ رکھتا تھا کسی کو لکھا ہے اباضی المذہب تھا کسی کو کہا ہے کہ رائے خوارج رکھتا ہے کسی کو لکھا ہے کہ ناصبیت میں بدنام تھا کسی کو متہم بہ ناصبیت کسی کو رائے خوارج سے منسوب کسی کو لکھا ہے کہ علی کو برا کہتا تھا کسی کو لکھا ہے کہ ناصبی تھا اور علی کو برا کہتے ہوئے سن لیتا تھا مگر خود برا نہیں کہتا تھا اور اوسکے ساتھ یہ بھی کہ صحیح بخاری کی تخصیص نہیں۔ جماعت محدثین نے ان میں سے اکثر کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ مین کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ غالی بدتر ہے ناصبی سے یہ مولائے مومنین کو برا کہتا ہے تو وہ اصل اصول اسلام یعنی توحید ہی سے بے بہرہ ہے اس نے رسول اللہ کی آخری وصیت کو نہ مانا و

اُن کی عمر بھر کی تلقین کو کھو بیٹھا۔ لیکن خوارج کے صادق اللہجہ ہونے کی کوئی وجہ حُسنِ ظن کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ خوارج اہل اہوا میں ہیں اور اہوا داعیہ وضع۔ پھر اِن کے قول سے احتجاج کیونکر صحیح ہوگا۔

علی حیدر طباطبائی

استقلال

ترقی خواہ کیسی ہی عمدہ اور اعلےٰ کیوں نہو اور اوس کے حصول کے لئے خواہ کتنی ہی سعی کیجائے ایک دفعہ ہی حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ جسطرح کسان بیج بو کر فصل کا انتظار کرتا ہے اسیطرح سعی اور کوشش کے نتیجہ کے لئے صبر و استقلال سے انتظار کرنا چاہئے۔ جو شخص کسی مینار پر چڑھنا چاہتا ہے وہ زینہ کی ہر ایک سیڑھی پر ایک ایک کرکے چڑھتا ہے یہی حال ترقی کا ہے کہ رفتہ رفتہ حاصل ہوتی ہے محنت کے بعد صبر سے انتظار کرنا اور اضطراب میں کام خراب کرنا ترقی کا راز ہے۔

دنیا میں کوئی بڑا کام کرنے اور نام و نمود حاصل کرنے یا کسی بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے کہ طبیعت میں استقلال کے ملکہ کو راسخ کیا جائے۔ صرف بڑے بڑے کاموں ہی پر منحصر نہیں۔ یہ صفت چھوٹی

چھوٹی باتوں میں بھی بہت مدد دیتی ہے اور انسان کے ہر فعل سے
ظاہر ہوتی ہے مستقل مزاج آدمی بہت سے ناگوار اور مشکل امور پر فتح
پا لیتے ہیں اور ہر کام جس کا ارادہ کر لیں خواہ دیر ہی میں کیوں نہو۔ کر کے
چھوڑتے ہیں۔ نا امیدی اون کے پاس نہیں پھٹکتی اور وہ خوف و خطر کا نام
نہیں جانتے۔ وہ جس کام پر کمر ہمت باندھ لیتے ہیں اوس میں پوری توجہ
پوری کوشش سے کام لیتے ہیں اور جب تک پورا نہ کر لیں اونہیں چین
نہیں آتا۔ حصول مدعا کی دُھن اون کو ایسی لگی ہوتی ہے کہ کوئی مشکل
اونھیں اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی۔ جو لوگ کسی کام کو مشکل سمجھکر
نہیں کرتے یا ادھورا چھوڑ دیتے ہیں اصل میں اون کو وہ کام کرنا مقصود
ہی نہیں ہوتا۔ اون کے ارادے بہت متزلزل ہوتے ہیں اور سچے
دل سے وہ کسی مقصد کو حاصل کرنا نہیں چاہتے ایسے ہی لوگ متلون
مزاج اور خام طبیعت کہلاتے ہیں مستقل مزاج آدمی بہت سوچ سمجھکر
ایک مدعا معین کرتا ہے لیکن جب وہ اوس کے حصول کی کوشش شروع
کر دیتا ہے تو پھر حاصل کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ امید زندگی کی روح ہے
لیکن استقلال اور ارادے کے استحکام کے بغیر کوئی امید پوری نہیں ہوتی
مشکلات کے مقابلہ کرنے سے بہت سی مشکلیں آسان اور
بہت سے عقدے حل ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں جو پہلے محال

بلکہ ناممکن معلوم ہوتی ہیں لیکن جو لوگ ہر کام میں ہاتھ ڈالتے ڈرتے ہیں اور
ذرا ذرا سی دقتون کی برداشت کرنے سے دم چُراتے ہیں اون کو ہر کام
مشکل اور ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کامیابی کا راز یہ ہے کہ اول تو جس کام
کے لئے جو وقت مناسب اور مقرر ہے اوسکو نہ ٹالا جائے اور جو کام
شروع کیا جائے اوس کی تدابیر کو اچھی طرح سوچ سمجھکر اوس کے پورا
کرنے میں پوری قوت صرف کیجائے انسان کو اپنی رائے اور اپنے
ارادہ کو ایسا غیر مستقل نہیں چھوڑنا چاہیے کہ تنکے کی طرح پانی کی رو اور
ہوا کے جھونکوں سے بہتا اور اڑتا پھرے بلکہ ایک مدعا غور و فکر کے بعد
بمضبوطی قایم کر کے اوس کے حاصل کرنے میں کامل سعی کرے نوجوان
آدمی جب ایک مدعا اچھی طرح سے قایم کر لیں اور اُسکے حاصل کرنے کے
لئے صحیح راستہ پر چلیں تو ضرور حصول مراد میں کامیاب ہوتے ہیں جب
انسان اوس عمر میں پھونچ جائے کہ صحیح و غلط میں تمیز کرنے لگے اوسوقت
اوس کو اپنی زندگی کے لئے کوئی کام اور کوئی مدعا معین و قایم کرنا لازم
ہے۔ اگر اسوقت انسان استقلال کی عادت نہ ڈالے گا۔ تو آیندہ اوسکی
طبیعت میں اولوالعزمی مستعدی و قوت نہو گی اور اوس سے تمام افعال
غیر منتظم پریشاں ناممکل صادر ہوں گے۔ استقلال ایک کام کے پیچھے
پڑ جانیکی قوت کا نام ہے۔ اس کام کی اچھائی یا برائی قوت تمیز اور

عقل پر منحصر ہے۔ اگر استقلال افعال ذمیمہ میں ہے تو مذموم ہے۔ اور مساعی جمیلہ میں ہے تو محمود ہے۔

کسی کام کے کرنے یا کسی مقصد کے حاصل کرنے میں متواتر سعی کرنے میں ہی استقلال کام نہیں آتا۔ بلکہ استقلال کا دوسرا پہلو عزمیت تامہ ہے خصوصًا لالچ کے روکنے میں اور عہد پر قایم رہنے میں استقلال کی بہت ضرورت پڑتی ہے۔ انسان خواہشوں اور لالچ سے خالی نہیں ہے بہت سے موقع ایسے پیش ہوتے ہیں کہ اوس کو کسی ناجایز فعل کا ارتکاب کرنے یا کسی ناجائز فعل کے حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے ایک طرف لالچ اوس کے دل کو گھیرنا چاہتا ہے اور دوسرے طرف کانشنس اسکو روکتا ہے مستقل مزاج آدمی کانشنس کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے عہد اور ایمان کی ہدایت پر قایم رہتا ہے اور جو راستبازی دلمیں ٹھان لے اوس سے نہیں گزرتا۔ لالچ اور خیالات فاسد اوس پر قبضہ نہیں کرسکتے جسطرح پتھر کو جونک نہیں لگتی اسی طرح اغراض دینیہ اوس کے دل پر اثر نہیں ڈال سکتے اگر انسان ایک دفعہ ان لالچوں کو مردانہ وار روکے تو پھر اوس میں ہمیشہ طبیعت پر قابو پانیکا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے اور اگر ایک بار مغلوب ہوگیا تو پھر سنبھلنا مشکل پڑجاتا ہے۔ یہ عادت اوائل عمر میں جلدی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں طبیعت ملکات

ردیۃ سے مغلوب نہیں ہو جاتی اور اوس میں ہر قسم کے تغیر و اصلاح حاصل کرنے کی قوت ہوتی ہے

انسان سہولت و تن آسانی۔ آرام و راحت سے نہیں بلکہ مشکل و دقت میں پڑنے اور مصیبتیں جھیلنے سے آدمی بنتا ہے دقتیں انسان کیلئے بھٹی کا کام دیتی ہیں جو اون کا جوہر چمکا دیتی ہیں یا اوستاد ہیں کہ مار مار کر دانش و عقل سکھاتے ہیں انسان کامیابی سے زیادہ ناکامی سے ہوشیار ہوتا اور تجربہ حاصل کرتا ہے دنیا کی بڑی بڑی ایجادوں اور مہتم بالشان کاموں کے آغاز میں ہمیشہ پہلے ناکامی ہوتی ہے جو لوگ بلا سعی و کوشش کے دنیا میں فتح حاصل کرتے ہیں وہ عزت حاصل نہیں کرتے دقتیں چاہے کمزور آدمی کو ڈرائیں لیکن عالی ہمت اشخاص میں ہمت زیادہ کرتی ہیں اور وہ مصائب کے مقابلے میں مردانہ وار کھڑے رہتے ہیں۔

مشکلات کا مدرسہ صرف افراد انسانی ہی کے لئے اخلاق کا سبق آموز نہیں ہے بلکہ اقوام کے لئے بھی ایسا ہی مفید اور بکار آمد ہے۔ کیونکہ جب وہ مشکلوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو اون سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور نئی نئی تدبیریں سوچتے اور ایجادیں کرتے ہیں اون کی ہمت اور جرأت از سر نو عود کر آتی ہے اور کبھی وہ

سر ہاتھ پر رکھکر جان پر کھیل جاتے ہیں اور ملک کو جور وستم جور و تعدی بدامنی اور جبر سے رہائی دیتے ہیں جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو انسان یا تو پہلے کی نسبت زیادہ زدہ حال ہو جاتا ہے یا زیادہ خوش حال بن جاتا ہے۔ اگر وہ اوس مشکل سے دب گیا تو ہمیشہ کے لئے گیا گزرا ہو گیا اور اگر اوس نے ہمت و جرأت سے کام لیا اور مشکل پر فتح پائی تو اوسکی طاقت۔ جرأت۔ عزم۔ تجربہ۔ علم بہت بڑھ جاتے ہیں۔ جسطرح ایک شخص معرکہ کارزار میں رہ کر سپاہی بن جاتا ہے اور پھر اوسے میدان جنگ سے ڈر نہیں لگتا اسی طرح الوالعزم انسان کو ایک مشکل پر عبور کر کے دوسری مشکلات آسان معلوم ہونے لگتی ہیں

اول اول طبیعت پر جبر کرنا اور اقتضاء طبیعت کے خلاف کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب عادت پڑ جاتی ہے تو وہی افعال جو پہلے مشکل معلوم ہوتے تھے سہل معلوم ہونے لگتے ہیں۔ عادت سخت سے سخت کام کو اتنا آسان کر دیتی ہے کہ اوسکے کرنے میں ذرا بھی دقت اور تکلیف نہیں معلوم ہوتی۔ پتھر پھوڑ نے سارے دن پہاڑ کاٹتے ہیں مگر ذرا نہیں تھکتے۔ ہرکارے بارش دھوپ اور سردی میں راتوں کو ڈاک کے خریطے لیکر میلوں بھاگے جاتے ہیں اور ذرا بھی اونہیں تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ اعضائے جسمانی کی عادت

کا نتیجہ ہے اسی طرح اگر قوا، دلی اور دماغی کی محنت کی عادت ڈالی
جائے تو وہ ایسے ہی مشاق اور عادی ہو جاتے ہیں۔ اون میں ثبات
و استقلال کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ عادت کا اثر پہلے کچھ بھی نہیں
معلوم ہوتا اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ اوس میں کوئی نئی کیفیت
اچھی یا بُری پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن جب ترک عادت کرے اوس وقت
معلوم ہوتا ہے کہ انسان عادت کے شکنجہ میں کسقدر جکڑا ہوا ہے
محنت۔ دیانت۔ خودداری۔ خود اعتمادی۔ بلکہ تمام قوت عملی کا
دار و مدار صرف مسائل کے جاننے پر نہیں بلکہ عادت پر ہے۔
جس شخص کو استقلال کی قوت حاصل ہے وہ نیک کام کرسکتا ہے
بُری باتوں سے بچ سکتا ہے مصیبت کے وقت اوس کا چال چلن
اور بھی چمک جاتا ہے اور صرف اس عادت کے طفیل وہ ناکامی
کے وقت پریشان نہیں ہوتا اور ثابت قدم رہتا ہے۔

۵ - عزمیت تامہ

ایک حکیم کا قول ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے
اوس شخص سے بہتر ہے جو ایک شہر پر قبضہ رکھے اپنے آپ پر
قبضہ رکھنے کے یہ معنے ہیں کہ انسان کے مزاج میں ایسا تلون نہو کہ

کہ ذرا سی بات اوس کے ارادوں کو توڑ دے یا ذرا سا لالچ یا تھوڑا
سا خوف یا کوئی فائدہ کی امید یا نقصان سے بچنے کی خواہش اوسکی
کسی صحیح رائے کو جو کسی امر کی نسبت ایک دفعہ قرار پاگئی ہے
بدل دے بلکہ طبیعت میں ایسا استقلال پیدا ہو جائے کہ ایک بار
جو دل میں ٹھان لے پھر کسی طرح اوس سے نہ ٹلے اور جو ارادہ کیا ہے
اوس مقصد کو حاصل کرکے چھوڑے اسی کا نام "عزمیت تامہ" ہے۔
بعض لوگوں کے ارادے ایسے ضعیف ہوتے ہیں کہ وہ بہت
جلد ایک حالت سے دوسری حالت پر بدل جاتے ہیں اور یہی حال
اونکی رائے کا ہوتا ہے کہ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ وہ کسی امر یا کسی اچھے
یا بُرے کام کے اختیار یا ترک کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔
ان لوگوں کو دوسروں کا اثر یا اون کی رائے نہایت آسانی سے
اپنے طرف پھیر لیتی ہے یا اون کے خیال کو بدل دیتی ہے۔ وہ
اگر کسی بُرے کام پر نہیں ٹکتے تو کسی بھلی بات پر بھی قایم نہیں رہتے
سچ یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اونکی طبیعت پر نقش نہیں ہوتی ہے،
وہ جانتے ہی نہیں کہ عزم بالجزم کیا ہے؟ ایسے آدمی کمزور طبیعت
بے توجہ۔ دوسروں کے کہنے پر چلنے والے۔ دوسروں کی رائے
کے تابع۔ عاجز اور غافل ہوتے ہیں۔ اور ان میں عزمیت تامہ

کا نتیجہ ہے اسی طرح اگر قوا، دلی اور دماغی کی محنت کی عادت ڈالی جائے تو وہ ایسے ہی مشاق اور عادی ہو جاتے ہیں۔ اون میں ثبات و استقلال کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ عادت کا اثر پہلے کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ اوس میں کوئی نئی کیفیت اچھی یا بُری پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن جب ترک عادت کرے اوس وقت معلوم ہوتا ہے کہ انسان عادت کے شکنجہ میں کسقدر جکڑا ہوا ہے محنت۔ دیانت۔ خودداری۔ خود اعتمادی۔ بلکہ تمام قوت عملی کا دار و مدار صرف مسائل کے جاننے پر نہیں بلکہ عادت پر ہے۔ جس شخص کو استقلال کی قوت حاصل ہے وہ نیک کام کر سکتا ہے بُری باتوں سے بچ سکتا ہے مصیبت کے وقت اوس کا چال چلن اور بھی چمک جاتا ہے اور صرف اس عادت کے طفیل وہ ناکامی کے وقت پریشاں نہیں ہوتا اور ثابت قدم رہتا ہے۔

۵ - عزمیت تامہ

ایک حکیم کا قول ہے کہ جو شخص اپنے آپے کو قابو میں رکھتا ہے اوس شخص سے بہتر ہے جو ایک شہر پر قبضہ رکھے اپنے آپ پر قبضہ رکھنے کے یہ معنے ہیں کہ انسان کے مزاج میں ایسا تلون نہو کہ

کہ ذراسی بات اوس کے ارادوں کو توڑ دے یا ذرا سا لالچ یا تھوڑا سا خوف یا کوئی فائدہ کی امید یا نقصان سے بچنے کی خواہش اوسکی کسی صحیح رائے کو جو کسی امر کی نسبت ایک دفعہ قرار پاگئی ہے بدل دے بلکہ طبیعت میں ایسا استقلال پیدا ہو جائے کہ ایک بار جو دل میں ٹھان لے پھر کسی طرح اوس سے نہ ٹلے اور جو ارادہ کیا ہے اوس مقصد کو حاصل کرکے چھوڑے اسی کا نام ۔ عزمیت تامہ ہے

بعض لوگوں کے ارادے ایسے ضعیف ہوتے ہیں کہ وہ بہت جلد ایک حالت سے دوسری حالت پر بدل جاتے ہیں اور یہی حال اونکی رائے کا ہوتا ہے کہ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ وہ کسی امر یا کسی اچھے یا بُرے کام کے اختیار یا ترک کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے ۔ ان لوگوں کو دوسروں کا اثر یا اون کی رائے نہایت آسانی سے اپنی طرف پھیر لیتی ہے یا اون کے خیال کو بدل دیتی ہے ۔ وہ اگر کسی بُرے کام پر نہیں ٹکتے تو کسی بھلی بات پر بھی قایم نہیں رہتے ہیں سچ یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اونکی طبیعت پر نقش نہیں ہوتی ، وہ جانتے ہی نہیں کہ عزم بالجزم کیا ہے ؟ ایسے آدمی کمزور طبیعت بے توجہ ۔ دوسروں کے کہنے پر چلنے والے ۔ دوسروں کی رائے کے تابع ۔ عاجز اور غافل ہوتے ہیں ۔ اور ان میں عزمیت تامہ

طبیعی پر فتح پانی ملک پر فتح پانے سے زیادہ مشکل اور زیادہ قابل تحسین ہے اور جب تھوڑی سی مشق اور تھوڑے سے زمانہ میں طبیعت پر قابو حاصل ہو جاتا ہے تو خودداری۔ اعتدال۔ استقلال۔ انکسار پابندی قواعد۔ کفایت شعاری۔ پرہیزگاری اور اوصاف حمیدہ حاصل ہو جاتے ہیں بلکہ اون کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ ذرا گراں نہیں گزرتے۔ کیونکہ عادت قانون قدرت کی طرح اخلاق پر اثر ڈالتی ہے اور تمام اوضاع و اطوار کو نامعلوم طور پر شایستہ اور مہذب اور پسندیدہ کر دیتی ہے۔ ہمیں زندگی کو امید اور مسرت کی نظر سے دیکھنا چاہیئے یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ اول ہی سے بشاشت نیک مزاجی خوش طبعی کی عادت ڈالیں یا انقباض فکر اور ترشروئی کی۔ پس جب انسان کی طبیعت میں عادت کو بڑا دخل ہے اور کسی بھلی بُری عادت کا اختیار و ترک اقتدار بشری میں ہے تو جو لوگ طبیعت کے محکوم بن کر خصائل رزیلہ اختیار کر لیتے ہیں وہ معذور نہیں سمجھے جا سکتے۔ عادت معراج کمال پر پہونچاتی ہے عادت برباد کر کے چھوڑتی ہے اسلئے لازم ہے کہ انسان خود اپنے واسطے عمدہ قواعد مقرر کرے اور اون پر سختی سے کاربند ہو کر انسانیت کے فرائض ادا کرنے کی کوشش کرے۔ جن لوگوں نے

دنیا میں اعلےٰ اعلےٰ ترقیاں کی ہیں وہ اپنے انضباط پر ہمیشہ سختی سے کاربند رہے ہیں اور جس قدر زیادہ پابندی کی ہے اوسی قدر اخلاقی حالتیں ترقی ہوئی ہے۔ کیونکہ تحمل۔ احتیاط اور خودداری شاہراہ زندگی کو صاف کردیتے ہیں اگرچہ دنیا میں ترقی ذکاوت اور عقل سے ہوتی ہے مگر انضباط اور پابندی کی عادت کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔

وہ شخص نہایت جوانمرد ہے جس نے اپنے تئیں ایسی ایسی عادتوں کا پابند کر رکھا ہے جو نیکی کے راستہ سے کبھی بھٹکنے نہیں دیتیں اور جو ارادہ وہ ایکبار کر لیتا ہے اوس سے کوئی انعام کوئی لالچ کوئی ڈر کوئی خوف حتٰے کہ کوئی ضرورت بھی اوس کو باز نہیں رکھ سکتی عزت نفس خود انسان کے اپنی طبیعت پر اختیار اور اقتدار حاصل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور انسان صرف اپنی کوشش سے اس میدان میں قایم رہ سکتا ہے اگر دوسرے لوگ اوسے سہارا دیں بھی اور دنیا کی شرم یا سوسائٹی کے دباؤ سے وہ کچھ روز سنبھلا بھی رہے تو جب وہ روک جاتی رہے گی تو فوراً گر جائے گا۔

خاندانی شرافت۔ مدرسہ کی تعلیم۔ ملک کا قانون اون لوگوں کا رتبہ بلند نہیں کرسکتا جنہوں نے اپنے اختیار کی باگ خواہشات نفسانی کے ہاتھ میں دیدی ہے ایسی خوشیاں جو شہوانی جذبات کے

پورا کرنے سے ہوں انسانیت کو کھو دیتی ہیں اور تمام قوتوں میں کمزوری
اور تنزل پیدا کرتی ہیں۔

دنیا کے ہر کام کے حصول کے لئے خواہ وہ دینوی ترقی وبہبودی
کی غرض سے ہو یا اخروی نجات اور سعادت دارین حاصل کرنیکے
لئے ہو طلب صادق اور عزم بالجزم اور استقلال کو بہت بڑا دخل
ہے۔ کسی کام کے کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا جائے تو کامیابی کا نصف
درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تمام مشکلیں اور دقتیں جو تذبذب اور دودلی
کی حالت میں پہاڑ کی طرح سد راہ ہوتی تھیں جوانمردوں کے مستقل
ارادوں کے سامنے ہوا ہو جاتی ہیں کسی کام میں ہمت نہ ہارنا
اور برابر پوری سعی اور کوشش کئے جانا کامیابی کا یقینی طریقہ ہے
عالی حوصلہ جوانمرد جو کسی کا عار اوٹھانا نہیں چاہتے اپنے طائر ہمت
کے پروبال کو دیکھتے رہتے ہیں اور خواہ کتنا ہی نازک وقت کیوں نہو
صرف اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور جن میں بلند حوصلگی
اور ہمت و مستعدی نہیں ہوتی وہ بڑے بڑے ارادے کرتے ہیں
لیکن اون کی باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں کبھی کرکے کچھ نہیں دکھاتے
اور جو کام شروع کرتے ہیں اوس میں پورا نہیں ڈالتے منصوبے
باندھتے ہیں لیکن تکمیل کو ایک بھی نہیں پہونچتا بلکہ اکثر قصد تو شروع

بھی نہیں ہوتے اور یہ تمام ناکامیاں عدم استقلال اور فقدان عزمیت تامہ سے ہوتی ہیں۔

اپنی طبیعت پر قابو رکھنا بہت بڑی کامیابی ہے اور جب یہ قوت راسخ ہو جاتی ہے تو اس سے بہت سی خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تیز رو اور شوخ گھوڑے پر سوار ہونا اور اوسکو قابو میں رکھنا کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی غریب لدو جانور پر سوار ہو کر پھریں تو ذرا بھی بشاشت نہیں ہوتی یہی حال طبیعت کا ہے کہ اوس کے تلون کو روکنا اور اپنے ارادوں پر قایم رکھنا مسرت بخشتا ہے۔ عزمیت تامہ حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن کوئی کام نہیں جو مشق اور عادت سے سہل نہ ہو جاتا ہو۔ انسان کو آزادی اچھی معلوم ہوتی ہے اور خود اپنے تیں قید کرنا اور اپنی طبیعت پر جبر کرنا بہت برا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ آزادی حقیقی آزادی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انسان اپنی طبیعت کو اس طرح مطلق العنان چھوڑ دے تو اوسکی غلطیاں سخت سخت مصائب میں پھنسا دیتی ہیں پہلے تو دل کا کہا کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکا نتیجہ نکلتا ہے تو پھر خمیازہ بھی بہت بھگتنا پڑتا ہے جب تک انسان پاکیزگی سے زندگی بسر نہ کرے جب تک اپنا وقت مفید کاموں میں صرف نکرے

اوس کو حقیقی خوشی کی امید نہ رکھنی چاہئیے دل کو پاکیزہ اور عمدہ خیالات
سے معمور کرنا اس طرح زندگی بسر کرنا کہ گزشتہ زمانہ کا خیال کرکے
افسوس و حسرت نہو بلکہ خوشی پیدا ہو اور آیندہ زمانہ کی نسبت عمدہ
عمدہ امیدیں ہوں اور وہ امیدیں بھی خلاف قیاس نہیں بلکہ ممکن الحصول
ہوں۔ فکر۔ انقباض۔ تشویش سے دل آزاد رہے۔ بڑی خواہشوں کو
روکنا اور شہوانی قوتوں کو اعتدال سے نہ بڑہنے دینا اور طبیعت
میں نیک کاموں کا میلان پیدا کرنا انسان کو کامیابی بخشتا ہے
اور اس کامیابی سے حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے جس طرح کپڑا رنگ
سے رنگیں ہو جاتا ہے اسی طرح خیالات کا رنگ طبیعت پر چڑھا
رہتا ہے جیسے خیالات ہوں گے ویسا ہی ظہور ہوگا۔ پانی کو صاف
رکھنے کا طریقہ ہے کہ اوس میں مٹی اور کوڑا نہ گرنے پائے یہی حال
دل کی صفائی کا ہے۔ کہ اوس میں برے خیالات داخل ہونے
ہی نہ پائیں اور عزم و استقلال اس پاکیزگی کو قایم رکھے۔

نظم۔ نتیجہ فکر۔ جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی
مخاطب بہ نواب حیدر یار جنگ بہادر

غزل

کھینچ آیا ہے سینہ سے جو پیکاں اپنا — پھر بچانا اوسے مشکل ہے گریباں اپنا

اٹھ گئی گشتیٔ مے بزم سے ہنگام سحر
دن چڑھا تخت اوڑا لے گئیں پریاں اپنا

فصل گل آئی ہے چلتی ہے جنوں خیز ہوا
چاک از خود ہوا جاتا ہے گریباں اپنا

اُڑ کے جاتی ہے مری خاک دہر ودو لگا اُبھر
کچھ پتا دے نہ گئی عمر گریزاں اپنا

حشر کے دن بھی ہیں ہر ایک کا منہ تکتا ہوا
کوئی اب بھی نظر آتا نہیں پرساں اپنا

ہوں وہ شوریدہ کہ ہو جوں کی طرح دیتے ہیں
چاک ہوتا ہے گریباں پہ گریباں اپنا

کہیں ایسا تو نہ ہو روز سیہ پیش آئے
نہ کہیں رنگ جمائے شب ہجراں اپنا

کی جو اخگر کی طرح گرد کدورت پیدا
مل گیا خاک میں آخر دل سوزاں اپنا

سر جدا ہو کے بھی سامان تعلق نہ چھٹا
ہو گیا کٹ کے گلا شکل گریباں اپنا

بسکہ تحصیل ادب بے ادبوں سے ہی مجھے
ہے خرابات زمانے میں دبستاں اپنا

اپنے ہی پاؤں میں چبھتے ہیں جو بوئے کانٹے
اپنے ہی سر پہ رہا کرتا ہے احساں اپنا

اوس نے سو مرتبہ شب بھر میں سنوارے گیسو
آئینہ اُس کا رہا دیدہ حیراں اپنا

روز محشر کی بھی ایذا میں اٹھا لوں گا مگر
منہ دکھانا نہ مجھے اے شب ہجراں اپنا

خوش ہوں میں کنج قفس میں مرے بہلانے کو
دل پہ داغ دکھاتا ہے گلستاں اپنا

ناخن پا سے نہ ہو چاک تو مجبوری ہے
جادۂ دشت ہے اک بخیۂ داماں اپنا

اے جنوں ہو چکے ہم پیر طریقت کے مرید
چڑھ چکا تربت مجنوں پہ گریباں اپنا

جوش وحشت میں بھی پابند قناعت ہوں نظم
اپنے دامن کو سمجھتا ہوں بیاباں اپنا

احسان ۔ جناب میر احسان علی صاحب خوشنویس ۔

حلب کا آئینہ حیراں ہے تیرے روئے تاباں سے
معطر نافہ مشک ختن ہے زلف پیچاں سے

لب رنگیں سے تیرے ہے یمن کا لعل بھی پھیکا
مقابل کیا عدن کے موتی ہونگے دُرِ دنداں سے

ستاتا ہے گنا ہوں کا فلک اچھا نہیں تجھکو
ذرا بچنا ہمارے نالہ و فریاد و افغاں سے

مآل اوج ہے انساں کو بیشک رنج پستی کا
ہونا چاہیے انساں کو باہر حد امکاں سے

بہار داغ دل کو وہ اگر دیکھیں تو تم کہدینگے
یہ سیر گلستاں اچھی ہے سیر باغ رضواں سے

قیامت قد ادا مستانہ اور جادو بھری نظریں
غضب کا ڈر رہا ہے دل بچے کیوں آفت جاں سے

چمک سے لوح زر افشاں کے ہمکو ہوگیا ثابت
ہر اک ذرہ ہے بڑھکر ذرہ خورشید تاباں سے

خیال نوک مژگان صنم میں یہ ہوئی حالت
ہزاروں چھید تلوؤں میں ہیں خار مغیلاں سے

ہوا جب روز مولود سعادت شافع محشر
صدائے کسر پیدا ہوگئی کسریٰ کے ایواں سے

کریں کے ہم اٹھائے سے نہیں اٹھتے نہیں اٹھتے
پس مردن جنازہ ہی اٹھیگا کوئے جاناں سے

ق

حواس و ہوش بھی جاتے رہے لیلیٰ کے اس غم سے
نہ آئی جبکہ مجنوں کی صدا اوسکو بیاباں سے

کہا فصاد کو لے فصد جا کر میرے مجنوں کا
آیا وہ مرگیا یا خون باقی ہے رگ جاں سے

تمازت آفتاب حسن کی کیا رنگ لائی ہے
جلیں آنکھوں میں احساں گڑ گئی ریگ بیاباں سے

ملا لو ہند سے احسان علی کو یا رسول اللہ
بہت الفت ہوئی اوسکو مدینہ کے بیاباں سے

چند ضروری قواعد

(۱) رسالۂ تزکِ عثمانیہ بہ سرپرستی عالیجناب معلّی القاب ہز اکسلنسی راجۂ راجایان سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنتہ جی۔سی۔آئی۔ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرتِ آصف غفران مکان علیہ الرحمتہ ہر ماہ ہلالی کے ہفتہ اولیٰ میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) عام رسالوں کی طرح اسکی سالانہ قیمت مختلف تعداد میں نہیں رکھی گئی ہے کہ عام امرا و رؤسا و والیان ملک سے علیٰ قدر مراتب لیجائے بلکہ مذاق علمی میں آسانی و اضافہ کرنیکے لئے ایک قیمت رکھی گئی ہے یعنی (ے) سالانہ علمی انجمنوں اور لائبریریوں کو منجانب سرکار مہاراجہ بہادر اور مضامین نگاروں کو منجانب مہتمم مفت دیا جائیگا۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے آدہ آنہ کارڈ آنا چاہئے ورنہ جواب نہ آنیکی شکایت معاف۔

(۴) اگر کوئی صاحب ازراہ عنایت اپنا کلام بھیجنا چاہیں تو اپنے نام و مقام کے پتے کیساتھ ماہ ہلالی کی ۱۵ تاریخ تک خوشخط لکھکر بھیجیں۔

اخلاقی۔تاریخی۔تمدنی مضامین ہوں۔مذہبی مباحث یا پولیٹکل مضامین بھیجنے کی زحمت نفرمائیں۔جس مضمون کا طبع کرنا مناسب سمجھا جائیگا وہ نہ طبع ہوگا نہ واپس

(۵) جملہ خط وکتابت وغیرہ ذریعہ مہتمم یا اڈیٹر رسالۂ عثمانیہ ہونی چاہئے۔

مہتمم رسالۂ تزک عثمانیہ

[illegible]

تزک عثمانیہ

[illegible] — [illegible]

انیسویں سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت قدر قدرت جہان پناہ ظل سبحانی نظام الملک آصفجاہ

نواب میر عثمان علی خان بہادر جی سی ایس آئی فرمانروائے ملک دکن کی

مبارک یادگار میں

بحضور عالی جناب راجا راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت

جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدارالمہام سرکار عالی

تلمیذ حضرت آصف غفران مکان

محبوب پریس علاقہ پیشکاری سے شائع ہوا

عام قیمت سالانہ (سے ۸) — فی پرچہ (۳ ۸)

شادے

دوسری اور تیسری غزل کا تبصرہ لکھکر جبکہ ملاحظۂ خسروی مین
پیش کرنے کی عزت حاصل کی تو اعلیحضرت مدظلہ العالی نے
اِس تبصرے کو بنظر اصلاح ملاحظہ فرما کر جا بجا جو اصلاح فرمائی ہے
اُسکی صراحت موجب طوالت ہوگی اس خیال سے صرف علامات
مارک آف انٹروڈکشن "" سے کئے گئے ہین ۔
حضرت اقدس اعلیٰ کی خاص توجہ اور دلچسپی موجب سپاس گزاری ہے

تبصرہ



اب ناظرین کی خدمت مین حضرت آصف سابع کی دوسری غزل کے چند بے بدل اشعار گوہر بار پیش کرتا ہون -

مطلع ملاحظہ ہو

	دل کے حصے مین ہی محو رخ جاناں ہونا دیکھکر جلوۂ معشوق کو حیران ہونا	

معشوق کی عادت ہے کہ اپنے حسن و جمال اور ناز و کرشمہ کو دکھا کر

عاشقون کو فریفتہ کرتے ہین - دیکھنا آنکھ کا کام ہے مگر جلوۂ حسن سے
کسب ضیا" کرنا خاص دل کی صفت ہے - کہ مظہر عشق ہے حسن جب
"جلوہ" دکھاتا ہے تو عشق دل کی حالت بدل دیتا ہے - یہ انتہا درجہ
کی تاثیر حسن کی ہے کہ عاشق جلوہ معشوق کو دیکھکر متحیر ہو جاتا ہے"۔

حیرت مین حس و حرکت باقی نہین رہتی - جب یہ حالت عاشق کی ہو گئی
تو دل کو محو رخ جانان ہونا لازم ہو گیا - بس حضرت آصف فرماتے ہین کہ
ہمارے دل کے حصے مین یہ ہے کہ وہ ہمیشہ محو رخ جانان بنا رہے -
اور معشوق کے جلوے کو دیکھکر "ششدر رہا رہے"۔

جب یہ صفت دل نے پیدا کر لی تو سوا رخ جانان کے اور کسی شے پر
اس کی نظر نہین پڑتی" اور وہ ہمیشہ عالم حیرت ہی مین رہے گا -
چنانچہ حضرت موسیٰ کا بھی کوہ طور پر یہی حال ہوا تھا کہ اہل نظری جا بہ نقش گرا

عاشق حسن و جمال یار کے دیکھنے کی تاب نہ لاکر حیران ہوجاتا ہے اور اسکی زبان اُسکے وصف و ثنا سے قاصر رہتی ہے"

اُستاد غالب نے بھی حیران ہونے کے قافیہ مین ایک "بے مثل" شعر کہا ہے ؎

واے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھکو آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا

یہ اپنے خیال اور رنگ مین "ایک" ہے اور حضرت آصف کا شعر اپنے رنگ "ڈھنگ" مین بے بدل ہے"

دوسرا شعر پیکان ہونا مین حضرت فرماتے ہین۔

دل سے بڑھکر تری مژگان کا نشانہ کیا ہیچ ہی لازم تھا ترے تیر کا پیکان ہونا

مژگان کو شاعرون نے تیر سے تشبیہ دی ہے جیسے تیر نشانہ پر پہنچکر بیٹھ جاتا ہے یا اس سے نکل جاتا ہے ویسے ہی مژگان کی تاثیر عاشقون کے دلون پر تیر کا کام کرجاتی ہے ۔

حضرت آصف نے تیر مژگان کی حالت عجب انداز سے ظاہر کی ہو کہ اسے ترک تونے اپنے تیر مژگان کا "نشانہ ملامت" ہمارے دل کو "بنایا ہے" اس سے بڑھکر اور کیا نشانہ ہوتا ۔ کہ تونے تیر مژگان "اس" انداز سے مارا کہ دل "تذر پیکان ہوگیا" ۔ "یعنی" وہ اب تیرے تیر مژگان سے جدا نہین ہوسکتا ۔ اس لئے کہ وہ اس کا پیکان بنگیا ہے ۔ تیر کا پیکان تیر کے ساتھ "بمنزلہ لگا تھا" ، تیر کی پیکان سے کسی وقت جدائی نہین "ممکن" ہے ۔

لفظ (لازم) "عجب واقع ہوا ہے" ۔

شکاریون کا قاعدہ ہے کہ اچھا شکار دیکھکر تیر چلاتے ہین اور جو شکار ان کو مطلوب نہین ہوتا ہے اگر اس پر "نادانستہ" تیر چل گیا تو اُسکا اُسے افسوس ہوتا ہے۔ یہ کیفیت معشوق اور عاشق کے درمیان پیدا ہوئی کہ معشوق نے تیر کے پیکان سے عاشق کے دل کو نشانہ بنایا۔ آخر اس مین اسکو "ندامت" ہوئی کہ مین نے دل کو کیون شکار کیا۔ میرا تیر عبث گیا۔ عاشق نے یہ حالت انداز سے معلوم کرلی۔ اور اس کے خیال کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ کہ نشانے کے لئے صدہا چیزین ہین مگر تیر مژگان کا نشانہ ہونے کے لئے دل سے بڑھکر کوئی شئے "نہین ہوسکتی" اور یہ نشانہ بھی ایسا ہوا ہے کہ تیر مژگان کا دل پیکان بنگیا۔

اب مژگان اور دل سے کسی وقت مفارقت نہوگی جیسے تیر سے پیکان کی "ناممکن ہے"

صورت جانان ہونا کے قافیے مین **تاجدار دکن** فرماتے ہین۔

	ای تصور شب فرقت مین تسلی کے لئے دل کو بھی چاہئے اک صورت جاناں ہونا	

شب فرقت عاشق کے دل کو چین ہی نہین آتا۔ دل کے بہلنے کے لئے کوئی نہ کوئی شغل ہونا چاہئے۔ جب ہی خاطر مضطر کو تسلی ہوتی ہے۔ اس لئے عاشق تصور کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ اے تصور میرے دل کی تسلی کے لئے اگرچہ دنیا مین بہت سے سامان جمع ہین لیکن کسی چیز سے بھی حاصل نہین ہے۔ اس لئے حضرت **آصف** فرماتے ہین۔ کہ ای تصور! شب فرقت مین تو یار کی صورت سے تو تسلی پاتا ہے مگر میرا دل اس سے محروم ہے "جس طرح" تو صورت یار سے تسلی پا رہا ہے اسی طرح

میرے دل کو تسلی کے لئے ایک صورت جانان درکار ہے۔ نہایت درجہ نزاکت اور اعلیٰ خیال پر مبنی ہے"۔

پریشان ہونا مین حضرت اقدس واعلیٰ فرماتے ہین۔

زلفِ جانان کی ہوا دلکو لئے پھرتی ہے
اسکی تقدیر مین لکھا ہی پریشان ہونا

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ مین لفظ ہوا نے زلف کے لئے بلاغت پیدا کردی ہے۔ ہوا کے معنی خواہش کے بھی ہین اور ہوا یعنی (باد) بھی جو اُردو مین مستعمل ہے۔ یہان ہوا کے معنی خواہش کے ہین۔ زلف کے استعارے کے لحاظ سے ہوا نے ذو معنی ہو کر نفس مطلب مین ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔ یعنی شاعر کہتا ہے کہ زلف جانان کی خواہش دلکو لے پھرتی ہے جو زلف کا سودائی ہے۔ عاشق معشوق سے

جدا ہی اور عاشق کے دل کو معشوق کی زلف قرار پکڑنے کے لئے جگہ نہین ملی اسلئے عاشق کا دل زلف کی خواہش مین جابجا پھرتا ہے عاشق دل کی، حالت دیکھکر کہتا ہے کہ اسکی قسمت مین پریشان ہونا ہی لکھا ہی دوسرے معنی یہ ہین کہ معشوق کی زلف پریشان تھی اسکی ہوا جو دل کو جابجا لئے پھرتی ہے یعنی اس ہوا کی یہ شدت ہی کہ دل کو کہین قرار نہین دیتی - عاشق اپنے دل کی یہ حالت دیکھکر کہتا ہی کہ ہوائے زلف یار سے پریشان ہونا اس کی تقدیر مین روز ازل مین لکھا گیا ہے. عاشق کے دل کی ایسی پریشانی سے معشوق کی زلف کی پریشانی کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس درجہ ہے اور اس کی پریشانی کی کیسا تاثیر ہے -

پشتیان کے قافئے مین حضرت فرماتے ہین -

سخت جانی کا بُرا ہو دم بسمل **عثمان**
تیغ قاتل سے پڑا دل کو پشیمان ہونا

عاشق معشوق کے ہاتھ سے اپنا قتل ہونا عشاق مین سرخروئی جانتا ہی اور اپنی موت کو حیات ابدی خیال کرتا ہے اس لئے عاشق کا دل قتل کی تمنا کرتا ہے۔ قتل کا آلہ تیغ ہے **حضرت آصف** فرماتے ہین۔ کہ؛

دم بسمل تیغ جو حلق پر چلی تو سخت جانی کے باعث کاٹ نہ سکی چونکہ تمنائے قتل تھی اور سخت جانی نے قتل نہ ہونے دیا اسلئے دلِ عاشق کو تیغ قاتل سے شرمندہ ہونا پڑا اور اسکی آرزو نہ برآئی اس شعر مین کوئی لفظ بھرتی کا نہین ہے۔ ہر لفظ لطائف صوری و معنوی سے مملو ہے۔ سخت جانی دم اور بسمل۔ اور تیغ اور قاتل۔ کس قدر باہم متناسب الفاظ واقع ہوئے ہین

معنوی لطافت یہ ہے کہ تیغ کے ساتھ دم کا لفظ ذومعنی ہے۔ دم عربی مین خون۔ کو کہتے ہین اور دم۔ تلوار کی۔ دھار۔ کو اور۔ جان۔ کے معنی مین بھی استاد غالب نے اس قافئے مین ایک شعر بہت اچھا کہا ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ	
ہاے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا	

اپنے رنگ مین یہ شعر بے مثل ہوا ہے۔ کیا کہنا۔ اُستاد غالب جدت طرازی مین اپنے ہمعصرون مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے۔ حالانکہ بہت سے حریف مقابل ان کے ہمعصر اُستادان فن شعر گوئی مین جو مسلم بنائے گئے تھے" موجود تھے۔ مگر سچ ہے کہ غالب کا جواب خود غالب ہی تھا خدا مغفرت کرے۔ الغرض دونون شعرا اپنے اپنے رنگ مین

لاجواب ہیں حضرت آصف نے عاشق کی پشیمانی کا اظہار فرمایا ہے اور غالب نے معشوق کی پشیمانی کی تصویر کھینچی ہے ۔

تبصرہ غزل سوم

حضرت آصف سابع رفیع اطالع خلد اللہ ملکہ کی تیسری غزل بے بدل ناظرین باتمکین کے پیش نظر کرتا ہون امید ہے کہ حضرات اہل بصیرت ان ابیات لطف افزا کو ملاحظہ فرما کر چشم انصاف سے صاد اور تبصرۂ شاد کو بذوق وشوق داد دینے سے دریغ نہ فرمائینگے

مطلع ملاحظہ ہو ۔

گل ترے عشق مین ہی چاک گریبان کیا کیا	دیکھکر مجھکو ہوا آینہ حیران کیا کیا

معشوق تماشائے بہار اور سیر چمن کو زیادہ دوست رکھتے ہین گلزار

مین معشوق کے چہرے کے مقابل گل ہوتا ہے۔ جو اکثر مشبہ بہ قرار دیا جاتا

ہے۔ عاشق اپنے معشوق سے بڑھکر کسی شے مین حسن و جمال نہین دیکھتا

معشوق باغ کی سیر کو گیا۔ عاشق نے جب گل پر نظر کی تو اسکو گریبان چاک پایا

عاشق کو یہ خیال ہوا کہ جیسے معشوق کے عشق سے میرا گریبان چاک چاک

رہتا ہے گل نے بھی معشوق کا حسن و جمال دیکھ لیا۔ اور اس پہ شیفتہ ہوکر

اپنا گریبان چاک کیا ہے۔

چاک گریبان گل کا حصر عاشق نہ کرسکا کہ کس قدر چاک ہوا ہے

اس لئے لفظ۔ کیا کیا کہا یعنی بیان سے باہر ہے۔ جو چاک گریبان گل

ہے ویسی ہی آئینہ کی حالت کو عاشق معشوق سے کہتا ہے معشوق آراستگی

کے وقت اپنے حسن و جمال کو دیکھا کرتے ہین۔ جب آئینہ معشوق کے

مقابل ہوا۔ اسکو معشوق کے جمال سے اس درجہ حیرت ہوئی کہ عاشق
اس حیرت کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے معشوق سے خطاب
کرکے کہتا ہے کہ جب تو نے آئینہ اُٹھا کر اپنی "دلربا صورت" کو دیکھا تو
آئینہ تیرے مقابل ہوتے ہی دفور حیرت سے تیرا منہ تکتا رہ گیا۔
جس کی حیرت بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ اُستاد آتش لکھنوی نے بھی
اسی زمین مین حیران کا قافیہ باندھا ہے مگر پیرایہ دوسرا ہے حضرت آصف
کے آئینہ خانہ کا آئینہ اور ہے۔

آتش کہتا ہے۔

روئے دلبر کی صفا سے مقابلہ ٹھنی ہوئی
سامنے ہو کے ہوا آئینہ حیران کیا کیا

روئے دلبر کی صفا کے ساتھ مقابل کیا ہے۔ گو آتش کا شعر مضمون میں

قریب قریب ہے مگر ایک صنعت کی وجہ سے جو لفظ صفا واقع ہوا ہے
ترقی مضمون سے رہگیا ہے۔

حضرت آصف نے معشوق کی ذات کو آئینہ کا دیکھنا ظاہر کرکے
اُسکی حیرت ثابت کی ہے یہ ظاہر ہے کہ ایک چیز مین سیکڑون وصف
ہون۔ان مین سے کوئی ایک وصف کو دیکھکر متحیر ہو تو جملہ اوصاف کے
دیکھنے سے کیا کچھ اسکو حیرت نہ ہوگی مضمون کی ترقی کی حیثیت سے اعلیحضرت
فرماتے ہین۔

پھر وہی چھیڑ ہے قاتل سے وہی خنجر ہے
پھر مجھے دل نے کئے قتل کے سامان کیا

عاشق نے قاتل سے پہلے چھیڑ کی تھی۔قاتل نے خنجر دکھا کر قتل کا
ارادہ کیا تھا مگر رحم آگیا۔قابلِ قتل ٹھہر چکا تھا بچ گیا۔اب عاشق کہتا ہے کہ

میرے دل کو اپنے قتل کا خیال ہے"۔ اِس نے میرے قتل کے بہت کچھ سامان کئے ہین۔ انھین سامان سے چھیڑ ہے اور قاتل کا خنجر ہی عاشق کو ایسے سامان سے اب اپنے قتل کا پورا یقین ہو گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ عاشق اپنے آپ کو قصور سے بری کر کے دل کا قصور ثابت کرتا ہے۔

خواہان کیا کیا کے قافیے مین حضور فرماتے ہین۔

یہ ادائین یہ کرشمے یہ غضب کے انداز
نظر آتے ہین مری جان کے خواہان کیا کیا

عاشق کہتا ہی کہ نہ صرف اُس کا عشق میری جان کا خواہان بنا ہے بلکہ ادائین کرشمے۔ انداز معشوق کے جو عموماً ستم ڈہانے والے ہوتے ہین۔ اور حسن کے زیور ہین یہ سب سامان اُسکے قتل کے لئے گویا مہیا

کئے گئے ہین - یہ لطافت نہ صرف عالمِ خیال کی تصویر ہے - بلکہ سچ مچ واقعہ ہے جو عشاق پر بیتی ہے - یہان طرزِ بیان کے ساتھ لطافت زبان اور قدرت کلام اور راز شناسی معشوق کی ستائیش کے لائق ہے استاد آتش نے خواہان کے قافیے مین مطلع کہا ہی -

دوست دشمن نے کئے قتل کے سامان کیا کیا
جان مشتاق کے پیدا ہوئے خواہان کیا کیا

مین اسکے متعلق کوئی بات نہین کہنا چاہتا - حضرات ناظرین خود اپنی انصاف کی نظرون مین دونون کا موازنہ کرکے خود کہین گے کہ زیادہ تر لطافت مین کسکو ترجیح ہے اعلیحضرت نے پشیمان کے قافیے مین کیا خوب شعر فرمایا ہے -

ضبط کی تاب تہہ خنجر قاتل نہ رہی
تپش دل نے کیا مجھکو پشیمان کیا کیا

خنجر کے نیچے مذبوح کا تڑپنا ظاہر ہے"۔ عاشق اپنا قتل معشوق کے ہاتھ سے چاہتا ہے معشوق نے اسکی خواہش پوری کی کہ قتل کا ارادہ کیا اور اسکو تہِ خنجر کر دیا"۔ اب عاشق کہتا ہے کہ میری آرزو ئے قتل جو نہ بر آئی اس کا سبب دل کی تپش ہوئی۔ اس نے قتل ہوتے وقت ضبط کی طاقت کھو دی معشوق سے جو قتل کی خواہش کی گئی تھی تپش دل نے اس کو پورا ہونے نہیں دیا۔ مجھکو جو پشیمانی تپش دل کی وجہ سے ہوئی ہیں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

اُستاد آتش نے بھی قافیہ پیمائی کی ہے جس کی طرز اس سے جداگانہ ہے۔

	دوست نے جب نہ دم ذبح سکتا چھوڑا میرے دشمن ہوئے ہنس ہنس کے پشیمان کیا	

اس مین دوست کا تغافل ہے۔ اور اسکی قدرت کا اظہار ہے۔
حضرت آصف اپنا اور معشوق کا معاملۂ راز و نیاز فرماتے ہین جوایک
"خاص پہلو لئے ہوئے ہے۔ صورتِ جانان کے قافیہ مین کیا خوب
حضرت نے شعر فرمایا ہے۔

کیا کہون رنگ ہی کیا عشوہ گری کا ای دل
دھوکے دیتی ہی مجھے صورت جانان کیا کیا

یہ شعر کیسا سادہ واقع ہوا ہے مگر لطف سے خالی نہین" طرز بیان کسقدر
پاکیزہ اسپر طرہ یہ کہ لطیف بندش اور فصیح و محبت آمیز الفاظ نے جان ڈالدی ہے
ماشاء اللہ چشم بد دور۔

فقیر شاد عفی عنہ

اقدس جناب محمد عباس صاحب تلمیذ حضرت برتر

گھٹا چھائی چمن نکھری ہوائے خوشگوار آئی
صدا دی ٹوٹکر توبہ نے وہ فصل بہار آئی

دمِ عرضِ حیا کیسی یہ چشم شرمسار آئی
کہ منہ سے ہان بھی کہنا تھا نہین گر بار آئی

ہوئے آتش گل نے نہ روکا ہو اُسے ورنہ
نشیمن کے جلانیکو تو بجلی بار بار آئی

کیا دل آئی انکا میلا عنت وقت فاتحہ خوانی
لپٹنے کیلئے دامن سے کیون خاکِ مزار آئی

غش آیا بلبل شیدا کو جب صیاد کے ڈر سے
شمیم گل صبا لیکر قفس مین بار بار آئی

گریبان چاک ہوا انکی صورت گل بھی ہین یا رب
عجب وحشت فزا اب کے گلستان مین بہار آئی

کسی کی چشم میگون کا تصور تو نہین ورنہ
کہان سے بزم مین یہ غفلت اِن ناکردہ کار آئی

شبِ فرقت الٰہی جان کیسی کشمکش مین تھی
نہ موت آئی نہ وہ آئے نہ تاب انتظار آئی

کھلے کیا خاک پردہ جلوہ جانا نکی شوخی کا
کہین بے پردہ نکلی کہین تا یہ پردہ دار آئی

سر گور غریبان بیکسونکا کون پرسان تھا
مگر اک شمع مرقد بنکے اپنی سوگوار آئی

مٹائے اسنے دھبے کب ہماری فرد عصیان کے
کسی دن جوش پر اپنی نہ چشم اشکبار آئی

مری دیوانگی کی سلسلہ بندی کا کیا کہنا
ادھر وحشت بڑھی اپنی ادھر فصل بہار آئی

لہو پانی کیا اک آبلہ پائی نے وحشت مین
زبان خشک دکھلاتی ہوئی جب نوک خار آئی

سر محفل نظر ملتی نظر بازو نسے کیا باعث
یہ وحشت تجھ مین کیون ای آہوی مردم شکار آئی

یہ دخت رز بھی ساقی میکشو نکے ہوش اڑانیکو
جب آئی محفل رندان مین کیسی ہوشیار آئی

ابھی سے توڑتے ہین توبہ کیون توبہ شکن ساقی
فلک پر ابر بھی آیا نہ گلشن مین بہار آئی

نظر بازی کا دعوی تھا جو تمکو حضرت موسی
غشی کیون جلوہ گاہ ناز مین بے اختیار آئی

عبث وعدہ لڑی کیا طالع بیدار دشمن سے
کہان ہے تجھ مین بیداری یہ چشم انتظار آئی

کروگے بخت خفتہ کی شکایت کسطرح آخر
سر محشر بھی نیند اقدس اگر بے اختیار آئی

آغا جناب سید مرتضی صاحب تلمیذ حضرت برتر

پھر آئی فصل گل یاد سر مژگان یار آئی
مبارکباد ای زخم جگر تجھ مین بہار آئی

تنِ مردہ مین جان آئی تو وہ بھی تیغ آرائی
لحد مین یادِ ناحق شوخیِ رفتارِ یار آئی

برآیا مدعا دل کا ہوئی اب آرزو پوری
نسیمِ صبحدم لیکر نویدِ وصلِ یار آئی

الٰہی کس نگاہِ یاس سے دیکھا تھا مجنون نے
گئی تھی گھر سے خوش لیلیٰ پھری تو شرمسار آئی

گھٹائین اودی اودی چھا رہی ہین صحنِ گلشن پر
شکستِ توبہ کہتی ہے چلو رندو بہار آئی

جنونِ وحشت افزا کا بیان اب کچھ مزہ دیگا
زبان بنکر دہانِ آبلہ مین نوکِ خار آئی

سہارا مل گیا سر پھوڑنے کا ای جنون شاید
اسے نیند تھوڑی سی تہِ سنگِ مزار آئی

کسی کے ہجر مین مرتا ہون لیکن مر نہین چکتا
شبِ غم مین لبون پر جانِ مضطر لاکھ بار آئی

جوانی ہاے اِن کافر بتون کی جان لیوا ہی
ادھر اپنی خزان آئی ادھر انکی بہار آئی

زبان سے کیا کہون مین حسرت و ارمان کے ہنگامے
مگر صبحِ قیامت بنکے شامِ انتظار آئی

پھر آئی فصلِ گل پھر دشت پیمائی بڑھی اپنی
ہماری آبلہ پائی مین پھر تازہ بہار آئی

مری وارفتگی نے آشنا سا کر دیا سب سے
کہ انکی یاد بھی آئی تو کچھ بیگانہ وار آئی

تلافی ہوگئی یون گریۂ فرقت کی ای آغا
نوید وصل سنتے ہی ہنسی بے اختیار آئی

اکرام جناب غلام احمد شریف صاحب

ادھر آنکھ لگی اور ادھر جینے سے عار آئی
یہ کسکی یاد بیٹھے بیٹھے ای پروردگار آئی

مری چھبو ہوئے دلمین جو یادِ گل عذار آئی
خزان دیدہ چمن مین گویا پھر فصلِ بہار آئی

تر و تازہ جو دختِ رز کے جوبن پہ بہار آئی
طبیعت زاہدانِ خشک کی بے اختیار آئی

یہ غنچہ سا دہن ہے رخسارِ گل سے آنکھ نرگس سی
تجھے ظالم جوانی تو نہین آئی بہار آئی

دل و دین و جگر ایمان و دینا یہ ہی نہین موقوف
کرینگے نذر وہ شئے جو پسندِ طبعِ یار آئی

کوئی فتنہ بھلا چرخِ کہن پھر کیا اُٹھائیگا
قیامت جب تری قد مونپہ ہونیکو نثار آئی

غمِ ہجر بتان مین مر چکا تھا موت سے پہلے
قضا میرے گلے ملنے جو آئی سو گوار آئی

یہی نالہ یہی شیون یہی جوشِ جنون ہوگا
ہمین یاد ان حسینونکی اگر زیرِ مزار آئی

کبھی تو اُس گل خوبی کی پہنچاتی خبر ہمکو
ہزارون بار کوئے یار سے بادِ بہار آئی

طبیعت کو ہماری لاگ ہی ایسی حسینوں سے
پڑین جس پر نگاہین اُسپہ یہ بے اختیار آئی

نہین نکلی وہ مرنے تک مرے ہی دلسے نہین نکلی
محبت گر کسی مہرو کی دلمین ایکبار آئی

مہک ہی عارضِ گلرنگ کی یا زلف مشکین کی
ترے کوچہ مین جب ہم پہنچے بوئے عطر بار آئی

ہمین دنیا مین ہین کمبخت سب صدمے اُٹھانیکو
ہمین سے وہ بگڑ بیٹھے ہمین سے انکو عار آئی

نہ جل جائے دلِ سنگین تو اتم تھم کے ای کافر
لبون پر یہ پڑی رکتے رکتے آہِ شعلہ بار آئی

کوئی پھر کیا بچائے دل کہ سونے پر سہاگہ ہے
ادا بنکر تری اُٹھتی جوانی کا سنگھار آئی

دمِ آخر بھی اسکو انتظارِ یار باقی تھا
رُکی آ آ کے ہونٹون پر مری جب جان آئی

شبِ فرقت کا تو احسان ہی پھر محبت مین
اگر آئی تو ہمپر پھر کے یہی اِک نابکار آئی

غرورِ حسن نے جب میرے خط کو چاک کروا دیا
صبا بھی گرد آلود اُس گلی سے شرمسار آئی

ہمیشہ ہمسے انکو بات کرنیمین رہی حجت
حیا غیرون سے ملنے مین نہ لیکن زینہار آئی

فلک نے داغ دل اک بھی نہ مدت سے دیا ہمکو
مہینے ہو چکے ابتک نہ اپنی ماہوار آئی

عدو کو رشک ہی نے دی شب فرقت کچھ رونق
مثل آنکھوں کے آ گئے واشتہ آید بکار آئی

عجب ناکامی دیدار نکلی سب ہے مقدر مین
کہ ہم مایوس نکلے تو نگہ امیدوار آئی

کسی کی یاد تیرے حکم مین ہی کچھ نادان
نہ آئی اختیار اُسکا تھا اُسکا اختیار آئی

ملیگا کسطرح آرام کو آرام دنیا مین
محبت مہ رخونکی ساتھ لیکر غم کا بار آئی

آثم جناب سید فضل اللہ حسینی صاحب رضوی تلمیذ میر مہدی حسین صاحب

ہمارے خانۂ دلمین محبت تیری یار آئی
گلستان خزان دیدہ مین یا فصل بہار آئی

تڑپکر ہر رگ گردن نے میری لے لیا اُسکو
جو میری حلق کے نزدیک تیغ آبدار آئی

ہمارا دل جو آیا ہی الٰہی عہد آیا ہی اُسپے
ہنسی آئی نہ پر اُسکے اسکو بھی بے اختیار آئی

حسینان جہان مشہور ہین نازک خرامی مین
نہ چال اُنکی کسی نازک ادا کو نہار آئی

بیکار اُٹھا مراد دل لیلیٰ پردہ نشین ہے یہ
عجب انداز سے دلمین نگاہ شرمسار آئی

وہم تیغ ابھی کیطرح دیکھا کی سب مجھے لیکن
مجھے کچھ بھی نہ رقت آہ مجھپر چشم یار آئی

مقابل میں ہمارے دیدۂ تر کے جو تو رویا
شب وعدہ تجھے کچھ بھی نہ شرم ابر بہار آئی

مجھے وعدہ خلافی کا قلق ہونے نہ پایا تھا
خدا کا شکر ہے موت آج قبل انتظار آئی

دم آخر جو وہ میری عیادت کیلئے آئے
لبوں پر بہر استقبال فوراً جان زار آئی

بسر کی ہمنے اس خمخانے میں مستانہ اے زاہد
نہیں معلوم کب فصل خزاں آئی بہار آئی

عزیزوں کا تو کیا کہنا عزیز دشمناں تھا میں
اجل بھی میری بالیں پر جو آئی سوگوار آئی

گرہ تقدیر کی ہمسے نہیں کھلتی نہیں کھلتی
اگرچہ ناخن تدبیر میں طاقت ہزار آئی

جوانی آتے ہی دل اس کافر بدخو کو دے بیٹھا
تجھے کچھ بھی نہ غیرت اے تم ناکردہ کار آئی

زیرک جناب سید علی احمد صاحب قنوجی

کسی صورت نہ تاب ہمسری حسن یار آئی
جب آئی شمع اسکی بزم میں پروانہ وار آئی

رہی محجوب دلمیں تو نظر میں شرمسار آئی
محبت بھی کسی پردہ نشیں کی پردہ دار آئی

پھر آیا موسم گل پھر ہوائے خارزار آئی
پھر اپنے دلکے داغوں میں ہی سر بہار آئی

شباب آتے ہی آفت مین ہماری جان پر آئی
گیا سو بار دل اپنا طبیعت لاکھ بار آئی

سر عریانی خار بیابان سے جو عار آئی
ہماری وحشت دل جامۂ ہستی اتار آئی

کسی کی بزم مین تر سیحہ چشم اشکبار آئی
مجھے بھی کچھ حیا ای گریۂ بے اختیار آئی

ہوا ہم اجتناب اے سے نہ دم بھر سازگار آئی
ادھر کی ہمنشین توبہ اور ادھر فصل بہار آئی

ترے دلدادہ و قامت سے کیا ہو کر دوچار آئی
قیامت سر کو ٹکراتی ہوئی دیوانہ وار آئی

پنہا مین عطر یان موج شمیم گل کی پانون مین
عجب وحشت فزا بلبل کی قسمت سے بہار آئی

کرشمے تھے یہ سب ظالم تری عاشق فریبی کے
دل اپنا بار بار آیا طبیعت بار بار آئی

مگر وہ البتہ زلف مسلسل تو بھی سے ورنہ
کہان سے یہ درازی تجھ مین شام انتظار آئی

لہو کے گھونٹ پیکر رہ گئے شوق شہادت مین
نظر جب تشنہ کامونکو ترے خنجر کی دھار آئی

الٰہی خیر اپنی حسرت دیدار یہ کیسی
کلیجے کو مسوسے دلکو تھامے بیقرار آئی

کیا ٹھنڈا نہ دل جاندادہ سوز محبت کا
اگرچہ سوز مین ڈوبی ہوئی شمع مزار آئی

چمکیگی کسطرح ہی آفتاب میکدہ روشن
تری نیت کدھر ای زاہد شب زندہ دار آئی

بنا کیون جادہ جادہ دشت کا زنجیر پا یارب
کہین سے کیا ہوا آ کوچۂ گیسوے یار آئی

تمنائے دل صد چاک کا وحشت بھی ایسی ہی
کہ زخم یار مین دل ریش پہنچی دلفگار آئی

نہ دکھلا تھے سے جانے دیا ضبط محبت نے
طبیعت اس بت بے مہر پر اپنی ہزار آئی

ہمیشہ قرض کی ہم رند درد آشام پیتے تھے
سنا ہی آج قاضی کے گھر مین بھی ادھار آئی

نہ روکا آکے گلچین کو کسی نے لاکھ کچھ بلبل
اسے جا کر پکار آئی اُسے جا کر پکار آئی

خدا حافظ ہی پھر صبح قیامت سے گریبانکا
وہان بھی گر یونہین وحشت مری سر پر سوار آئی

کھلا جاتا ہی مثل غنچۂ لب شگفتہ دل اپنا
کدھر سے یہ ہوا لے دامن صبح بہار آئی

ہوا جب شک بڑان امتحان گاہ محبت مین
ہنسی دشمن کے رونے پر مجھے بے اختیار آئی

ملکدہ ہو چکے جب آئے وہ بہر فاتحہ خوانی
تو آگے آگے خاک اُڑتی ہوئی سوئے مزار آئی

مری نادانیون پر وہ نہ یون ہنستے مگر زیرک
مجھے اب تک نہ طرز گریۂ بے اختیار آئی

ثناگر جناب میر صلابت علی صاحب

شب وصل عدو امید وصلت اشکبار آئی
اجل کو یاد کرتے کرتے لب پر جان زار آئی

مسیح وقت بنکر جب نوید وصل یار آئی
مریض ہجر یہ سمجھا مری بیمار دار آئی

تڑپتا ہی رہا فرقت مین دل سیماب کی صورت
نہ اس کمبخت مضطر کو کبھی طرز قرار آئی

تری فرقت کا صدمہ کسطرح اٹھیگا اے ظالم
نحیف و زار ہون کچھ بھی نہین ہے مجھ مین تاب آئی

دل بیتاب کچھ ٹھہرا ہمارا دیکھکر اسکو
تصور مین تری صورت جو وقت اضطرار آئی

مری توبہ کو دونون نے شکستہ کردیا آکر
ادھر سے ابر آیا اور ادھر فصل بہار آئی

رہی کثرت شہیدونکی ہمیشہ تیرے کوچہ مین
ہماری قتل کی باری نہ ابتک زینہار آئی

بھٹکتے تھے رہ الفت مین ہم کیا کیا نہ اے ہمدم
ہماری رہبری کو خضر بنکر یاد یار آئی

تمہین ثناگر تڑپتا چھوڑ کر خود سو رہے جاکر
تمہاری نیند کو بھی نیند شام انتظار آئی

کوثر - جناب میر کوثر علی صاحب

چھری قاتل کی ہو کر کاوشِ جان شرمسار آئی
اجل سے ہو کے میری سخت جانی ہمکنار آئی

وبالِ جان ہی جینا کشمکش میں جانِ زار آئی
مرے حصے میں آئی زندگی تو سنگسار آئی

نہ ٹھہری ایک بھی لحظہ جو شامِ انتظار آئی
مری آنکھوں میں نیند آئی تو ایسی بیقرار آئی

لڑی آنکھ آنکھ سے انکی تو برچھی سی لگے پار آئی
یہ کیوں شامت نے وہ ظالم سے کرنے کارزار آئی

نہ چھوڑا بعد مردن ساتھ میرا شامِ فرقت نے
مری تربت پہ جب آئی تو بنکر سوگوار آئی

ترے وعدے کا اے وعدہ شکن کچھ اعتبار آیا
نظر در سے لگی جا کر جو شامِ انتظار آئی

بجھایا سازِ ہستی گر و تنسے بادِ تند نے چلکر
جو مجھ بیکس کو رونے شمعِ مرقد زار زار آئی

وہ بزمِ غیر میں پیتے ہیں مے اور ہم ترستے ہیں یاں
یہاں فصلِ خزاں آئی وہاں فصلِ بہار آئی

تری ترچھی نظر میں توڑ تھا کس تیر کا ظالم
کہ دل کو اور جگر کو چھید کر پہلو سے پار آئی

وہ کس حسرت سے رخصت لیکے یاں سے ہائے گھر کو گئے
یکایک اُٹھ گئے کانوں میں مؤذن کی پکار آئی

بچائے دام سے اسکے خدا طائرِ دل کو
کمندِ گیسوئے پُرپیچ کرنے کو شکار آئی

گلے لپٹا لیا شوقِ شہادت نے محبت سے
رگِ جان پر پتے تکبیر جب خنجر کی دھار آئی

چھپایا مجھکو بستر کی شکن مین ناتوانی نے
اجل لیکر تلاشی پھر گئی پھر بار بار آئی

تعلق گر نہین تجھکو بتو سے ہی تو ای زاہد
ترے ہاتھو نمین یہ تسبیح کیون زنّار دار آئی

پھلا پھولا نہ نخلِ آرزو دل کے گلستان مین
تری بارش نہ کام اپنے کبھی ابرِ بہار آئی

ذرا اسپر مین دل ٹھہرا نہ دھی کچھ وصل کی ڈھارس
جو دستِ قیس مین لیلیٰ کے ناقہ کی مہار آئی

رہا گردش کا میری بحر و بر مین ایک ہی عالم
جدھر کشتی چلی حائل ادھر پانی کی دھار آئی

ادھر گلگشت کو وہ گلبدن گلزار مین آیا
ادھر بادِ صبا بھی جھومتی بہرِ نثار آئی

فرشتے ہٹ گئے نزدیک سے میرے خجل ہو کر
گناہون کو مٹانے رحمتِ پروردگار آئی

گئی جب آسمان کے پار سر شور اٹھا فرشتون مین
بجو دل سوختہ کوثر کی آہِ شعلہ بار آئی

فہرست کتب تصنیف عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت دام اقبالہ

نمبر سلسلہ	نام	قیمت	کیفیت
۱	بزم خیال ہر سہ جلد	سے/	موجود
۲	نذر سلطان	۵/	موجود
۳	رباعیات شاد	عمعاں	،،
۴	روضہ شریف	۲/	،،
۵	اسلح محبوب گنج	۱/	،،
۶	ہدیۂ شاد دیوان نعتیہ	عمعر ۸/	،،
۷	جذبات شاد	۶/	،،
۸	نغمہ شاد	عمعر ۸/	،،
۹	گلبن تاریخ	۲/	،،
۱۰	سہرا	۴/	،،
۱۱	سفر دو ہفتہ	۲/	،،
۱۲	[illegible] سحر	۲/	،،
۱۳	صبح امید	۲/	،،
۱۴	نذر شاد	۲/	،،
۱۵	ارمغان وزارت	۱۴/	،،
۱۶	فریاد شاد	۱۲/	،،